

کہاں سے آئے ہیں یہ

کنگس



مرتبہ:
اسد اللہ شاہ

عنوانات

117	حسرت	7	آشنا
121	حال	11	آئینہ
125	خوشبو	15	انگڑالی
129	خط	19	احساس
133	خزانا	23	آنچ
137	خواب	27	آنکھن
141	خیال	29	اداسی
145	مواہش	33	انتظار
149	خلوص	37	آنکھیں
153	دیوانہ	41	بات
157	دنیا	45	بدنام
161	داغ	49	بھول
165	دل	53	بھڑنا
169	دعا	57	پتھر
173	رخسار	61	پھول
177	رات	65	پریشان
181	رقص	69	تصویر
185	روشنی	73	تصور
189	رعنائی	77	تمنا
193	زخم	81	جہاں
197	زلف	85	جدائی
201	زمانہ	89	چاہت
205	سنگ	93	چاند
209	سفر	97	چہرے
213	سوچ	101	چھاؤں
217	سنے	105	حیا
221	سم	109	حسن
225	ستارے	113	حنا

ان مرمریں کلائیوں کے نام

جن میں کھنکتے کنگن
کسی کے انتظار میں
نغمہ ریز ہیں

333	یادیں	229
337	آرزو	233
339	آنکھیں	237
341	بہار	241
343	بادبان	245
345	جھوٹ	249
347	دریچہ	253
349	درد	257
351	ساز	261
353	شہنائی	265
355	شکوہ	269
357	قیامت	273
359	گلہ	277
361	مدت	281
363	ویرانی	285
365	رنگین اشعار	289
369	منتخب اشعار	293
373	حسین اشعار	297
377	یادگار اشعار	301
381	جذبائی اشعار	305
385	لازوال اشعار	309
387	شوخی اشعار	313
389	خوبرو اشعار	317
393	دلکش اشعار	321
397	دلنشین اشعار	325
	☆.....☆.....☆	329

شخص
شاب
شہر
صدا
عکس
عشق
عمر
فرقت
قافلے
قسمت
قرابت
گمراہی
گھر
لوگ
منزل
مہربان
محبت
محفل
نام
نفرت
نگاہ
نہند
نظر
وفا
وقت
ہونٹ

آئے تو یوں کہ جیسے ہمیشہ سے تھے مہرباں
بھولے تو یوں کہ گویا کبھی آشنا نہ تھے

آشنا

❖
تم ساتھ تھے تو ہم بھی تھے منزل سے آشنا
اب تم نہیں تو لگتے ہیں رستے عجیب سے

❖
وہ اجنبی تھا تو کیوں مجھ سے پھر کر آنکھیں
گزر گیا یوں دیرینہ آشنا کی طرح

❖
ایک آشنا کے پھٹنے سے کیا نہیں بدلا
ہوائے شہر بھی لگتی ہے اجنبی اب تو

❖
میں آنڈھیوں کی طرح مزاج آشنا رہی ہوں مگر
خود اپنے ہاتھ سے کیوں گھر کو منہدم کر لوں

❖
ہر اجنبی کو دل و جان میں نے سمجھ لیا
ہر آشنا ملا مجھے اغیار کی طرح



چلو اتنا تو نکلا کام باہم آشنائی سے
وفا سے ہو گئے ہم آشنا تم بے وفائی سے



✓ راہی مقام عشق سے نا آشنا نہیں وہ
اُن کو تو دشمنی ہے میری دوستی کے ساتھ



شہر وفا میں اب کے عجب حادثہ ہوا
برسوں کا تھا جو آشنا وہ نا آشنا ہوا



تیر تھے بے رخی کے انداز دوستی کے
وہ اجنبی تھا لیکن لگتا تھا آشنا سا



سراپا آرزو بن کر تصور آشنا ہو کر
رہیں گے ہم انہیں کے روبرو ان سے جدا ہو کر



وہ آشنا تھے وہ مجھ کو بھلا چکے ہوں گے
میں کیا کروں تیری قید سے رہا ہو کر



گلمہ میں جس سے کروں تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا



پُرا رہا ہے جو نظر بڑی مہارت سے
اسی اجنبی کے کبھی آشنا رہے ہیں ہم



سفر نہ پوچھ کہ کیا تھا دشت غربت کا
ہر اجنبی میں مجھے آشنا دکھائی دیا



نئے دل سے دل کی کہوں جس سے باتیں
وہ مونہ وہ درد آشنا چاہتا ہوں



✓ یوں تو میری آج ہی تجھ سے آشنائی ہوئی
تو مگر لگتی ہے پہلے سے نظر آئی ہوئی



آشنا درد سے ہونا تھا کسی طور ہمیں
تو نہ ملتا تو کسی اور سے بچھڑے ہوتے



❖
ہر شخص دے رہا ہے محبت بھرا فریب
ہر چہرہ آشنا ہے کیسے آزمائیں ہم

❖
تہائیوں نے کر دیا دل کو میرے درد آشنا
بن کر مسیحا آئے کون اب کوچہ دلدار تک

❖
ہم نے رکھا ہے اسے دل کے مکاں میں برسوں
جو کبھی ہم سے آشنا سر بازار ہوا

❖
ہمدرد کون سا ہے پھر اس آشنا کے بعد
ہم جی کے کیا کریں گے دل بتلا کے بعد

❖.....❖.....❖

آئینہ

تم گئے تو مجھ سے میرے خدو خال بھی چھن گئے
اک ادھورا عکس ہوں اور آئینوں میں قید ہوں

❖
مڑ کے دیکھا تو دراڑیں تھیں کئی چہروں پر
آئینے میں تو ہر ایک شخص حسین لگتا ہے

❖
لٹ گئیں سب خواہشیں جب آئے ان کے شہر میں
اپنے پتھر سے لبوں کو کھولنا کیسا لگا

❖
کسی کی آنکھ میں خود کو تلاش کرنا ہے
پھر اُس کے بعد ہمیں آئینوں سے ڈرنا ہے

❖
کتنے طویل سلسلے وہم و گماں کے ہیں
نازک ہے دل کا آئینہ غم دو جہاں کے ہیں

❖
صورت آئینہ حیراں ہے اہل نظر
قابل نظارہ جب اُن کی ادائیں ہو گئیں

❖
 یہ بات خاص نہیں پتھروں کی بستی میں
 نہ پوچھ ٹوٹ گیا دل کا آئینہ کیسے

❖
 آئینے سے بھلا کہاں نسبت
 دل بڑی خامشی سے ٹوٹا تھا

❖
 بٹ جائیں گی کرجیاں بھی ترے وجود کی
 مجھ کو نہ توڑ دیکھ ترا آئینہ ہوں میں

❖
 ڈبڈبا آئی مثال آئینے کے اشک سے آنکھ
 آگئی یاد کسی رُخ کی صفائی مجھ کو

❖
 ڈھونڈ مجھے بھی کبھی محو آئینہ داری
 میں تیرا عکس ہوں لیکن تجھے دکھائی نہ دوں

❖
 آنکھوں کے آئینہ میں تیرے دل کا عکس ہے
 لوگوں سے اپنا راز کہاں تک چھپاؤں گی



❖
 ہم نے جو خریدا ہے یہ آئینہ نہیں ہے
 خود اپنے چہرے کے خریدار ہیں ہم لوگ

❖
 آئینہ ٹوٹا تو کتنے آئینوں میں بٹ گیا
 عکس تو تھا ایک کتنے زاویوں میں بٹ گیا

❖
 وہ اپنا عکس بھی آئینوں میں چھوڑ گیا
 پھٹنے والا جو یادیں دلوں میں چھوڑ گیا

❖
 چاند بدلا ہے کہیں جھیل بدل جانے سے
 آئینہ کوئی بھی ہو عکس تمہارا ہوگا

❖
 تم اپنے بارے میں مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو
 یہ تم سے کس نے کہا آئینہ ضروری ہے

❖
 تو عکس ہے تو کبھی میری چشم تر میں اتر
 تیرے لئے میں کہاں آئینے تلاش کروں



انگڑائی

لوگ جس چیز کو آثارِ سحر کہتے ہیں
نیند سے جاگتے نغموں کی اک انگڑائی ہے



سہ یہ کیا سوال اُن سے کر بیٹھا دلِ ناداں
رہ رہ کر وہ شرما کے لینے لگے انگڑائی



وہ آئینے میں ایسے محسوس ہو رہے ہیں
انگڑائی لے کے جیسے تصویر بولتی ہو



دل میں سوزِ عاشقی انگڑائیاں لینے لگا
آشیاں کے پاس انگارے نظر آنے لگے



سلا گئی تھیں جنہیں تیری ملتفت نظریں
وہ درد جاگ اُٹھے پھر سے لے کر انگڑائی



✓ چھیں رگ رگ میں کانٹے میں جب لیتی ہوں انگڑائی
سلگتا ہے بدن میرا چلے جب ٹھنڈی پروائی



تو اشک ہی بن کر میری آنکھوں میں سا جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں



ہم نے ایک دوسرے کے عکس کو جب قتل کیا
آئینہ دیکھ رہا تھا ہمیں حیرانی سے



غفلتوں کی گرد سے چہروں کے آئینے ہیں ماند
دل تو سینوں میں دھڑکتے ہیں مگر زندگی نہیں



اُسے گنوا کے تو میں خود سے بچھڑ گیا طالب
وہ ایک شخص تو تھا ہر پل آئینہ میرا



❖
دیئے جاتے ہیں ٹانگے زخم پر کتنی محنت سے
اگر آنے لگے ان کو بھی انگڑائی تو کیا ہوگا

❖
شاخ گل جھوم کے گلزار میں سیدھی جو گئی
پھر گیا آنکھ میں نقشہ تیری انگڑائی کا

❖
بے ساختہ نکھر گئی جلووں کی کائنات
آئینہ ٹوٹ کر تیری انگڑائی بن گیا

❖
کبھی ایسے تیرے انگڑائیوں کے پھول کھلتے ہیں
غزل میں جیسے شعروں کی روانی رقص کرتی ہے

❖
الہی کیا قیامت ہے وہ جب لیتے ہیں انگڑائی
میرے سینے میں سب زخموں کے ٹانگے ٹوٹ جاتے ہیں

❖
نہ جانے آرزو کب پھول بن کر مہکے گی
ابھی تو دور کی انگڑائیاں ہیں اور میں ہوں

❖
اب بھی برسات کی راتوں میں بدن ٹوٹتا ہے
جاگ اٹھتی ہے عجب خواہشیں انگڑائی کی

❖
انگڑائی لے رہا ہے ہر ایک پھول شاخ پر
آ جائیے کہ آ گئی اب رت بہار کی

❖
ذہن میں انگڑائیاں لیتا ہے جب تیرا خیال
شاخ لب پہ میری کھلتے ہیں تبسم کے گلاب

❖
جسم بلور سا نازک ہے جوانی بھرپور
اب کے انگڑائی نہ ٹوٹی تو بدن ٹوٹے گا

❖
دیکھی تھیں اک روز تری مست انگڑائیاں
انگڑائیاں سی لیتے ہیں اب تک خمار میں

❖
ساقی نے جھوٹ بولا ہے فصل بہار کا
گلشن میں صرف آپ کی انگڑائیاں ملیں

کوئی آنسو نہ کوئی ٹھیس یہ احساس کی آگ
احساس آج آئی ہے تیری یاد بھی تھا اے دوست

شہر احساس میں پھراؤ بہت ہے محسن
دل کو شیشوں کے جھروکوں سے سجایا نہ کرو

تجھے خبر ہے تیرے سامنے مرا احساس
بکھر گیا ہے تیری آواز کی تھکن بن کر

جانے پھر کون سا احساس جگانے آئے
جاگتے جاگتے کچھ خواب نہانے آئے

ساحل سے جا لگی تو یہ احساس ہو گیا
بیٹھا ہوا تھا وہ میری کشتی میں کس لئے

یہی سوچ کر ہر انجمن سے دور رہتے ہیں
رہا محفل میں بھی احساس تنہائی تو کیا ہوگا

رنگ کو موم کی مانند پگھلتے دیکھا
یا تیرے جسم کو انگڑائی میں ڈھلتے دیکھا

اب ان سے تشنگی کا گلہ کیا کرے کوئی
انگڑائی لے کے کہتے ہیں ہم جام بن گئے

ماہ نو بھی اور دھنک بھی حسن کی رعنائی بھی
ہائے کیا چیز ہے تری ٹوٹی ہوئی انگڑائی بھی

اُف وہ اُن کی نیم خوابی کا سماں
لے رہی ہو جیسے انگڑائی بہار کی

♦.....♦.....♦



زیت کے بوجھ کا احساس تھکا دیتا ہے
جب کبھی ڈوبتے سورج پہ نظر جاتی ہے



دل کبھی نہیں ہوتا غیروں کے ہاتھوں پاش پاش
دوستوں پہ دوست کرتے ہیں احساں دیکھئے



ہمیں بھی خوابوں کی دنیا عزیز ہے لیکن
زمین پہ رہنے کا احساس مارے دیتا ہے



میں شعلہ احساس کو کس طرح بجھاتا
آنسو تھے میری آنکھ میں دریا تو نہیں تھا



پھر شعاعوں نے میرے جسم پہ دستک دی ہے
پھر جگانے احساس کو آیا سورج



مجھ سے مت پوچھ کہ احساس کی حدت کیا ہے
دھوپ ایسی تھی کہ سائے کو بھی جلتے دیکھا



وہ جان کر بھی مجھ کو بھلاتے چلے گئے
احساس کو دلوں سے مٹاتے چلے گئے



اور بھی شدت احساس بڑھا دیتے ہیں
گزرے ہوئے لمحے کبھی جو یاد آتے ہیں



بخت اس بزم تعصب میں چلے آئے کہاں
کرب احساس لئے حسن خیالات لئے



میں نے دشمن کو بھی احساس محبت بخشا
میرے اپنے مجھے نفرت کی سزا دیتے ہیں



نہ جانے دیکھ کے کیوں اُن کو یہ ہوا احساس
کہ میرے دل پہ انہیں اختیار آج بھی ہے



میرے دل کو کیا ہوا میری نظر کو کیا ہوا
ہے بھری دنیا میں بھی احساس تنہائی مجھے



وہ دل سوزِ طلب کی آئینہ سے محروم رہتا ہے
محبّت کر کے جو کم بخت دیوانہ نہیں ہوتا ✓

آئینہ



یہ زندگی کا دشت یہ محرومیوں کی آئینہ
ہیٹھوں کہاں کہ سایہ دیوار بھی نہیں



ہم بھی جلے تھے رات کسی آئینہ کی طرح
کچھ آشنا سے ہو گئے پھر زندگی سے ہم



چہرے کے پھول زلف کے سائے بدن کی آئینہ
کیا کیا سمیٹ لائی تیری یاد کی ہوا



آتشِ غم تو سلگتی ہے ہمارے دل میں
آئینہ کیوں آپ کے رخسار تک آ پہنچی



چھو کے گزری تھی ذرا جسم کو بارش کی ہوا
آئینہ دینے لگے ملبوسِ جواں راتوں کے



ضبطِ اتنا بھی نہ کر احساسِ مُرجھا جائے گا
سرخ گالوں کا چمکتا رنگ زرد ہو جائے گا



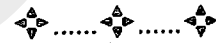
غمِ حیات کی راہوں میں آج بھی گلزار
دلوں کا جذبہ احساسِ نیم جاں ہے ابھی



ہر غم کو دل آویز کئے دیتا ہوں
احساس کی لو تیز کئے دیتا ہوں



میں تو جذبوں کے الاؤ میں سدا روشن ہوں
تم بھی احساس کی قندیل جلا کر دیکھو



❖
 فضا ہے دہکی ہوئی رقص میں ہے شعلہ گل
 جہاں وہ شوخ ہے اس انجمن کی آنج نہ پوچھ

❖
 وقت کی آنج پر پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
 قہقہے ٹوٹ کے اشکوں میں بدل جاتے ہیں

❖
 میں موج تھا فقط اک آنج سے پگھل جاتا
 تیرا سلوک مجھے پتھروں میں ڈھال گیا

❖
 چھو کے گزری تھی ذرا جسم کو بارش کی ہوا
 آنج دینے لگے ملبوس جوان راتوں کے

❖
 اٹھ رہی ہے کہیں تیری قربت سے تیری سانس کی آنج
 اپنی خوشبو میں سلگتی ہوئی مہم مہم

❖
 یادوں میں میرے آج بھی موجود ہے کنول
 چاہت کی کلیاں غم کی دھنک محبتوں کی آنج

❖
 رنگ کی آنج میں جلتا ہوا خوشبو کا بدن
 آنکھ اس پھول کی تصویر میں کیا کیا دیکھے

❖
 لہکتے سبزے میں ابر بہاراں کی مستی
 دہکتے پھول میں چھلکی ہوئی شراب کی آنج

❖
 چڑھا کے ساغر ے جگمگا اٹھے چہرے
 سٹ کے آگئی سینوں میں آفتاب کی آنج

❖
 نفس کو آنج پر اور وہ بھی عمر بھر رکھنا
 بڑا محال ہے ہستی کو معتبر رکھنا

❖
 کبھی عشق کرو اور پھر دیکھو اس آگ میں جلتے رہنے سے
 کبھی دل پہ آنج نہیں آتی کبھی رنگ خراب نہیں ہوتا

❖
 بہت قریب نہ آؤ کہ دور سے بھی ہمیں
 وہ آنج آئی کہ مَر جھا گئے دلوں کے چن

آنگن

کچھ تو برے میرے آنگن میں خزاں ہی برے
کھو گئے روٹھ کے موسم میرے خالی گھر سے



اس کے آنے کی خبر جب کبھی ملتی ہے مجھے
موسم گل میرے آنگن میں ٹھہر جاتا ہے



زرد پتوں کے سوا کچھ بھی نہ آیا ہاتھ ہمیں
ہم نے آنگن میں کئی پیڑ اگا کر دیکھے



آنگن میں لگایا تھا شجر چاؤ سے میں نے
پھلنے پہ جو آیا تو ثمر کیسا لگا ہے



چیز کڑوی ہے مگر ڈھوپ سے بچنے کے لئے
نیم کا پیڑ بھی آنگن میں لگا لیتے ہیں



دل کے آنگن میں اترتی شاموں کی
وہ بھی عمر بھر جاگتا رہا میرے بعد



وہ کون سی شب ہے جب تیری یادوں کی آنج
ہم کو جگاتی نہیں ہم کو رلاتی نہیں



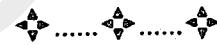
مجھے آج بھی یاد ہے تیری سانسوں کی وہ آنج
جب محبت کے گلستاں میں گل و گلزار کھلاتے تھے



آتشِ غم تو سلگتی ہے ہمارے سینے میں
آنج کیوں آپ کے رخسار تک آ پہنچی ہے



سب کچھ ہم بھول گئے جوشِ الفت میں لیکن
اک محبت کی آنج تھی جو بھلائی نہ گئی



مچل رہی ہے آرزو کبھی تو آؤ روبرو
وفا کی رکھ لو آبرو یہ زندگی اداس ہے

اداسی

بکھیرتا ہے جو خوشیوں کے پھول دنیا میں
اداسیوں سے وہی ہم کنار ہوتا ہے

امید یار (نظر کا مزاج) درد کا رنگ
تم آج کچھ نہ پوچھو کہ دل اداس بہت ہے

ناصر ہم کو رات ملا تھا تنہا اور اداس
وہی پرانی باتیں اُس کی وہی پرانا روگ

نہیں تیری یادوں کا اب وہ عالم نہیں ہے
مگر میرے دل کی اداسی بھی کچھ کم نہیں ہے

اداس شب میں کڑی دوپہر کے لمحوں میں
کوئی چراغ کوئی صورت گلاب اترے

خواہشوں کا ایک پھول بھی اب تک کھلا نہیں
آگن میں میرے آج بھی آکاش تیل ہے

اپنے آگن میں بھی اترے چاند کی کوئی کرن
رات بھر دل کا دریچہ کھول کے بیٹھے رہے

یوں دل کے آگن میں ابھرتا ہے ترانقش جیل
چاندنی رات میں ہو رات کی رانی جیسے

تیرا خیال جسے میں چھپائے پھرتا ہوں
بکھر گیا مرے آگن میں چاند کی طرح

ایسا اجڑا ہے مرے دل کا آگن اس کے بعد
ہم نے چاہا بھی بہت لیکن بسایا نہ گیا

❖.....❖.....❖



اُداس ہوں میں گلے آ کے یوں لپٹ جاؤ
کہ میرے ہونٹوں کی سب پیاس دور ہو جائے



ہم بھول جائیں جس سے زمانے کی تلخیاں
مُطرب وہ نغمہ سنا کہ طبیعت اُداس ہے



بنا کے عشق میں عارف وہ دیوداس مجھے
اُداسیوں کے گھنے جنگلوں میں چھوڑ گیا



حالتِ گفتگو نہیں لذتِ آرزو نہیں
کتنی اُداس آئی ہے شامِ وصال شہر میں



کب سے ٹنگے ہوئے ہیں خلاؤں کے آر پار
کب سے آسمان کے ستارے اُداس ہیں



بہت اُداس ہو در و دیوار کے جلنے سے
مجھے بھی ٹھیک سے دیکھو جلا تو میں بھی ہوں



پچھڑ گئے ہیں تو ملنے کی خواہش کیا رکھنا
اب اپنے آپ کو اتنا اُداس کیا رکھنا



چمن اُداس ہے اور گل ہیں محوِ ماتم شوق
کہاں سے پھول پچوں زیبِ داستاں کے لئے



اُداس اُداس ستارے بجھے بجھے چراغ
خبر نہیں ابھی منزل سے کتنی دور ہیں ہم



تمام چہروں پہ کیسی اُداسیاں ہیں نذیر
شگفتہ اپنے ہی دل کی ذرا کلی رکھنا



وہی اداس روز و شب وہی خلوت وہی ہوا
تیرے وصال کا زمانہ یاد آ کے رہ گیا



شام بھی دھواں دھواں حُسن بھی تھا اُداس اُداس
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آ کے رہ گئیں



وہ نہ آئے گا ہمیں معلوم تھا اُس شام بھی
انتظار اس کا مگر کچھ سوچ کر کرتے رہے

انتظار



دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے
مل کر بھی اُن کا مجھے انتظار ہے



ہیں کب سے راہ شوق میں آنکھیں بچھی ہوئی
کو دے اُنھیں نہ دل کے یہ داغ انتظار میں



دل میں خیال دید ہے آنکھیں ہیں فرش راہ
بیٹھی ہوں میں اس ادا سے تیرے انتظار میں



کیوں سجائے بیٹھے ہو انتظار کی محفل
کس کو اتنی فرصت ہے کون روز آتا ہے



پھر اُس نے وعدہ کیا ہم نے انتظار کیا
زباں پر نہیں صورت پہ اعتبار کیا



اُداس چہرے تھے نظروں کے سامنے میرے
غزل میں پھر تیرا حسنِ جمال کیا لکھتا



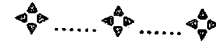
اُداس چہرے پہ تحریر ہے فسانہ غم
جو اِس کو دیکھو تو پڑھنے کا حوصلہ رکھو



غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی مانند
بچھڑ کے اُس نے طبیعت اُداس کر دی



دل کی اُداسیوں کا سبب جان لیجئے
کتنی نہیں یہ ہجر کی شب جان لیجئے





فانی یقین وعدہ فردا کو کیا لکھوں
اب زندگی ہے نام فقط انتظار کا



کس کس طرح کی دل میں گزرتی ہیں حسرتیں
ہے وصل سے زیادہ مزا انتظار میں



وہ نقاب اٹھ بھی جاتا تو نظر کہاں سے لاتے
تیرے روبرو بھی تیرا وہی انتظار ہوتا



اب دل کو انتظار کی عادت سی ہو گئی
یہ حال کر دیا ہے تیرے انتظار نے



کیا انتظارِ یار کی حالت بیاں کروں
رہتی ہے جان آنکھوں کے اندر تمام رات



ساتی بھی تھا شراب بھی تھی آرزو بھی تھی
محروم انتظارِ اجازت میں رہ گیا



یہ دل کی راہ میں اڑتا غبار کس کا ہے
وہ جا چکا ہے تو پھر انتظار کس کا ہے



منتظر کس کا ہوں ٹوٹی ہوئی دہلیز پر
کون آئے گا یہاں کون ہے آنے والا



بُجوں کو چاہ کے ہم تو عذاب ہی میں رہے
شبِ فراق گئی روزِ انتظار آیا



جو تیرے انتظار میں جاگے تمام عمر
حیراں ہوں کس طرح وہ تربت میں سو گئے



سکوتِ لب پہ نگاہوں میں انتظار لئے
ہر ایک شام تیری آرزو رہی مجھ کو



اک عمر کٹ گئی ہے تیرے انتظار میں
ایسے بھی ہیں کہ کٹ نہ سکی جن کی ایک رات



❖
اب میری دولت ہیں بس آنکھوں کی خالی سپیاں
نیند کے موتی کوئی دشمن چرا کر لے گیا

❖
اب تو آ جا کہ تیرا راستہ تکتے تکتے
میری آنکھوں میں کھٹنے لگی بینائی بھی

❖
اک کیف کا عالم ہے ہر دیکھنے والے پر
ساقی تیری آنکھوں سے کیا چیز چھلکتی ہے

❖
ثاقب بڑی توقیر ہے اس ضبط وفا میں
ہر اشک جو آنکھوں سے نہ ٹپکے وہ گہر ہے

❖
اک تیری یاد سے وابستہ ہے دل کی دھڑکن
ہر گھڑی سوچتی رہتی ہیں یہ آنکھیں میری

❖
مایوس تمنا جاگ اٹھی آنکھوں کے دیئے لو دینے لگے
اس دل کی سونی بستی میں یہ رات گئے کون آیا ہے

❖
ہم سے بہار روٹھ گئی ہم بہار سے
اتنا گزر گیا ہوں حد انتظار سے

❖
ظالم تو آ کے دیکھ ذرا میری لاش کو
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تیرے انتظار میں

❖
کہیں وہ آ کے مٹا دیں نہ انتظار کا لطف
کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری

❖
میری وفا میرے وعدے پہ اعتبار کریں
ملن کی رات کا ہر رات انتظار کریں

❖.....❖.....❖

❖
یوں تو کہنے کو کھلی ہیں میری آنکھیں لیکن
کچھ دکھائی نہیں دیتا تیری صورت کے سوا

❖
کتنی دیران ہیں بے نور ہیں آنکھیں میری
یہ دیئے کس نے بجھائے ہیں تمہیں کیا معلوم

❖
چلے آؤ کہ تم پر لشکِ آخر بھی فدا کر دوں
فقط یہ ایک ہی موتی ہے آنکھوں کے خزینوں میں

❖
نہ آیا ہے نہ آئے گا وہ اپنے وعدے پر
نہ جانے کس توقع پر ہیں محو انتظار آنکھیں

❖
آنکھوں کا کیا قصور بغاوت کی کیا خطا
شوکتِ نظر سے دور نظارے چلے گئے

❖
یہ کس کے پاؤں کی آہٹ ملی بیمار ہجراں کو
سمٹ کر آگئیں آنکھوں میں ساری حسرتیں دل کی

❖

آنکھیں

دل زخم زخم ہے تو آنکھیں بھی اشکبار ہیں
کتنا فریب کھائے محبت میں آدمی

❖
آنکھیں دشت دشت ہیں دل بھی دکھا ہوا
گزرا تھا آج وہ بھی ہمیں دیکھتا ہوا

❖
ہونٹوں پہ مسکراہٹ آنکھوں میں ہے نمی سی
وہ سامنے ہے پھر بھی ہے کچھ کی سی

❖
تم منہ سے نہ بولو آنکھیں تو بتاتی ہیں
کیا جی میں تمہارے ہے ہم خوب سمجھتے ہیں

❖
آنکھیں ہزار صبر کی کوشش کے باوجود
رُک رُک کے بار بار برستی ہیں آج بھی

❖
خشک آنکھوں کی لکیریں یہ پتہ دیتی ہیں
کارواں غم کا اسی راہ سے گزرا ہوگا

تم اگر بھول بھی جاؤ تو یہ ہے حق
میری بات اور ہے میں نے تو محبت کی ہے

بات

دلبریٰ فتنہ گریٰ سحر شرارتِ شوخی
تیری آنکھوں میں سبھی کچھ ہے مروت کے سوا

دھوپ سات رنگوں میں پھیلتی ہے آنکھوں پر
برف جب پگھلتی ہے اس کی نرم پلکوں پر

ڈھونڈتی پھرتی ہیں ماضی کے کھنڈر میں آنکھیں
کسی پتھر پہ تیرا نام لکھا ہو شاید

تغافل کے گلے سن کر جھکا لیں تم نے کیوں آنکھیں
مجھے شرمندہ کرنے کو ذرا بے باک ہونا تھا

❖.....❖.....❖

مشکل نہیں ہے مروت سے بات کر لینا
مجھے یقین ہے وہ تلخیاں بھلا دے گا

جاں نثاری کے لئے جلتی رہی ہے رات بھر
انجن میں شمع نے سمجھی ہے پروانے کی بات

❖
وفا کریں گے نبھائیں گے بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
❖

❖
کبھی آؤ مل کے بیٹھیں اس چاندنی کے بن میں
کوئی بات تم سناؤ کوئی بات ہم سنائیں
❖

❖
یاد ہے اب تک تجھ سے پھڑکنے کی وہ اندھیری شام
تو خاموش کھڑا تھا باتیں کرتا تھا کاجل
❖

❖
تیرے بدل میں دھڑکنے لگا ہوں دل کی طرح
یہ اور بات ہے کہ اب بھی تجھے سنائی نہ دوں
❖

❖
لوگ جان گئے چھپ نہ سکی شوق کی بات
میں گلی سے جو تیری ہو کے مکرر گزرا
❖

❖
کیا کہوں اس سے کہ جو بات سمجھتا بھی نہیں
وہ تو ملنے کو ملاقات سمجھتا بھی نہیں
❖

❖
مایوسیوں کی گود میں دم توڑتا ہے عشق
اب بھی کوئی بنا لے تو بگڑی نہیں ہے بات
❖

❖
نقیب پھر کوئی قریب ہو کہ نہ ہو
جو دل میں ہوں وہی باتیں کیا کرو اُس سے
❖

❖
کچھ لوگ کسی بات پر آتے بھی نہیں یاد
کچھ لوگ کسی طور بھٹلائے نہیں جاتے
❖

❖
لوگ ظالم ہیں ہر ایک بات کا طعنہ دیں گے
باتوں باتوں میں ہمارا ذکر بھی لے آئیں گے
❖

❖
ناحق ہم نے بات گنوائی اس سے دردِ دل کہہ کر
وہ تو درد کا بانی ٹھہرا وہ کیا درد بٹائے گا
❖

❖
آنکھ پہ ہاتھ دھرے پھرتے تھے لیکن شہر کے لوگوں نے
اُن کی باتیں چھیڑ کر ہم کو لہجے سے پہچان لیا
❖

ہم نہ راحت کے نہ چاہت کے طلبگار ہیں دوست
فقط اتنی سی ہے خواہش کہ تو بدنام نہ ہو

بدنام



ہزار بار جو کر چکا ہے بدنام مجھے
پھر اس کی کھوج میں لگی ہے پارسائی مری



بدنام ہے جہاں میں ظفر جن کے واسطے
وہ جانتے نہیں کہ ظفر کس کا نام ہے



دیکھ یہ عادت تیری بدنام کر دے گی اُسے
نام اُس کا ہر در و دیوار پر لکھا نہ کر



ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے خود مختاری کرو
جو چاہیں وہ آپ کریں ہم کو عبث بدنام کیا



اسلوب عشق تو یہی رہا ہے ازل سے
خود بدنام ہو جا دوسروں کا نام نہ لے



لئے ہی جاتی ہے ہر دم کوئی صدا ناصر
یہ اور بات کہ سراغ نشان پا نہ سکے



تم کب تھے قریب اتنے میں کب دور رہا ہوں
چھوڑو نہ کرو بات کہ میں تم سے خفا ہوں



پھر تو نے چھیڑ دی ہے گئی ساعتوں کی بات
وہ گفتگو نہ کر کہ تجھے بھی ملال ہو



کب سے نجانے گلیوں گلیوں سائے کی صورت پھرتے ہیں
کس سے دل کی بات کریں ہم شہر ہے اس ہرجائی کا





ہم لوگ تو اے نوش ہیں بدنام ہیں لیکن
جو لوگ مقدس ہیں یہاں کیا نہیں کرتے



اک تیرے نام سے بدنام ہوئی ہے دنیا
زندگی کیا ترا اب نام نہ بدلا جائے



ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا



محبت نے کیا بدنام و رسوا اس قدر مجھ کو
کہ ہر محفل میں میری داستاں دہرائی جاتی ہے



زمانے میں مجھ کو نہ بدنام کر دے
میرے حال پر یہ تیری مہربانی



ہے شدت خلوص بھی اک جرم عاشقی
پردانہ جل کے شمع کو بدنام کر گیا



مجلس میں میرے ذکر کے آتے ہی اٹھے وہ
بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو



درمندانِ محبت تو ہیں بدنام فراز
اور کچھ کچھ یہ حسیں لوگ بھی دیوانے ہیں



مہنگا پڑا ہے اپنا تخلص بھی اے دوست
بدنام ہو چکے ہیں ہم زخمی کے نام سے



بدنامیوں کا ڈر ہے تو تکنا بھی چھوڑ دے
جاتی نہیں نظر کی بھی تہمت لگی ہوئی



طعنے کتے ہیں کئی بار تیری چاہت پر
روح کے احساس کو بدنام کیا کرتے ہیں



حسن جس رنگ میں چاہے ہمیں بدنام کرے
عشق ہر حال میں پابندِ ادب ہوتا ہے



بھولے ہیں رفتہ رفتہ انہیں مدتوں میں ہم
نقطوں میں خودکشی کا مزہ ہم سے پوچھئے

بھول



بھول جا ہم نے بنائے تھے محبت کے نقوش
نقش کی بات ہی کیا بن کے بگڑ جاتے ہیں



تم سے پھڑکے بھی تمہیں بھولنا آسان نہ تھا
تم ہی کو یاد کیا تم کو بھلانے کے لئے



وہ جس کی ایک پل کی بے رخی بھی بار تھی
اُسے خود اپنے ہاتھ سے کھویا مجھ کو بھول جا



تیری نظر نوازیاں دل کو نہ راس آ سکیں
دل تو ادا شناس تھا دل نے تجھے بھلا دیا



محبت پیارا الفت کے معانی بھول جائے گا
زمانہ رفتہ رفتہ ہر کہانی بھول جائے گا



شملے سنبھالتے رہے مصلحت پسند
ہونا تھا جس کو پیار میں بدنام ہو چکی



محبت بے زباں ہوتے ہوئے بدنام ہوتی ہے
نگاہ محبت کی کھلی کتاب ہوتی ہے



یارانِ تنگ طرف سے پوچھے کوئی ریاض
بدنام کس نے مسلکِ رندانہ کر دیا



تیری بزم میں کیسے الزام آئے
گئے نیک نام اور بدنام آئے





حسرت ویاس نے رکھا نہ کہیں کا ہم کو
تیری فرقت میں تڑپنے کا مزہ بھول گئے



دل غمگیں ہے میرا اور یہ حسرت رات دن افسر
کہ اپنے بھولنے والے کو کب یاد آئیں گے



تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے کہ کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں



ہم نے تجھے بھلا بھی دیا ستاتا رہا خیال بھی
بظاہر تو کوئی غم نہ تھا دل کو ملال بھی



اُسے بھلا کے میں زندہ ہوں اور خوش بھی ہوں
یہ بددعائیں ہیں اُس کی انہیں دُعا نہ کہو



کہاں آ کے رکے تھے کہاں موڑ تھا اُسے بھول جا
جو مل گیا ہے اسے یاد رکھ جو نہیں ملا اُسے بھول جا



نہ جانے کتنے ازادوں میں بٹ گیا ہے وجود
تجھے بھلا بھی دیا اور بے قرار بھی ہوں



عجب طریقہ ہے جاناں تجھے بھلانے کا
کہ تیری یاد سے اک پل بھی بے خبر نہ ہوئے



بھلا دیا سب ہی کچھ مگر نہ بھولے گا
وہ اک شخص جو میری وفا کا شاکِی تھا



یہ رنجشیں جو بڑھتی رہیں ختم بھی ہو سکتی تھیں
کچھ باتیں تم بھلا دیتے کچھ باتیں ہم بھلا دیتے



وقف ہے ذہن فقط تیرے تصور کے لئے
میں تجھے بھولا کہاں ہوں جو تجھے یاد کروں



اس زندگی میں اتنی فراغت کسے نصیب
اٹا نہ یاد آ کہ تجھے بھول جائیں ہم



یہ تو ہم کو خبر ہے تجھ سے بچھڑ ہی جائیں گے
لیکن آنکھوں میں جدائی کا سماں رہ جائے گا

بچھڑنا



یہ مانا ایک زمانہ ہو گیا بچھڑے ہوئے لیکن
تجھے اے بھولنے والے میرا دل یاد کرتا ہے



آشنا درد سے ہونا تھا کسی طور ہمیں
تو نہ ملتا تو کسی اور سے بچھڑے ہوتے



آتی ہے چاہتوں کی کہانی پہ اک ہنسی
تجھ سے بچھڑ کر سوچ کے رُخ بھی بدل گئے



بچھڑ گیا ہے تو کیا اب بھی میرے ساتھ ہے وہ
کبھی نہ ساتھ چلا جو اُسے جدا نہ کہو



بچھڑ کے تجھ سے میرے دوست دل کے داغ جلے
نفس نفس میں تیری یاد کے چراغ جلے



نہیں نہیں ہمیں اب تیری جستجو بھی نہیں
تجھے بھی بھول گئے ہم تیری خوشی کے لئے



میں تم کو بھول جاؤں گا لیکن یہ شرط ہے
گلشن میں چل کے پھول سے خوشبو جدا کرو



وہ قرب کے لمحات اگر بھول بھی جائیں
برسوں ہمیں تڑپائے گی احساس کی خوشبو



کچھ تو اس آنکھ کا شیدہ ہے خفا ہو جانا
اور کچھ بھول ہوئی ہے دل بے تاب سے بھی





بیٹے ہوئے لمحوں کی طرح مجھ سے بچھڑ کر
کیا جانے وہ کس حال میں ہے اور کدھر ہے



عمر بھر کی چاہتوں کے خواب آنکھوں میں لئے
تم بھی بچھڑ جاؤ گے اک دن اوروں کی طرح



خوشی کا کیا ہے بھروسہ کہاں بچھڑ جائے
راہ حیات میں غم کو بھی ہم سفر رکھنا



اُن سے بچھڑے ہیں تو محسوس ہوا ہے عادل
کیسے خوشبو کی طرح لوگ بکھر جاتے ہیں



پھر اُس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصر
بچھڑ کے جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی



ہم سے ہمارے چاہنے والے بچھڑ گئے
اب اُن کی قربتوں کے زمانے گزر گئے



کیا گزرتی ہے بھری دنیا میں تنہا شخص پر
ایک لمحے کے لئے خود سے بچھڑ کر سوچنا



بچھڑ کے تجھ سے عجب وحشتوں نے گھیرا ہے
اُداس رہتا ہے یہ دل بھی جنگلوں کی طرح



جس دن تو بچھڑ گیا یہ حال ہے اپنی آنکھوں کا
جیسے ساون کے دو بادل آپس میں ٹکراتے ہیں



تم سے بچھڑ کر بھی تمہیں بھولنا آسان نہ تھا
تم کو ہی یاد کیا تم کو بھلانے کے لئے



تجھ سے ملے بچھڑ گئے تجھ سے بچھڑ کے مل گئے
ایسی بھی قربتیں رہیں ایسے بھی فاصلے رہے



اس سے بچھڑے ہوئے حالانکہ زمانہ گزرا
پھر وہی شخص خیالوں میں بسا رہتا ہے



کچھ اہل ستم کچھ اہل حشم میخانہ گرانے آئے تھے
دلہیز کو چوم کر چھوڑ گئے دیکھا کہ یہ پتھر بھاری ہے



کبھی پتھر سے لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں
کتنے سادہ ہیں لوگ تیرا نام مٹانے والے



کہے گا دل تو میں پتھر کے پاؤں چوموں گا
زمانہ لاکھ کرے آ کے سنگسار مجھے



شیشہ بنے تو چور ہوئے پتھروں سے ہم
پتھر بنے تو راہ میں ٹھوکر لگی ہزار



پانی میں عکس دیکھ کر خوش ہو رہی تھی میں
پتھر کسی نے پھینکا تو منظر بدل گیا



ٹپے گا کیوں نہ ٹپے گا قرار مانگو تو
پکھل ہی جائے گا پتھر بھی پیار مانگو تو



پتھر کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اداں رہتا ہے



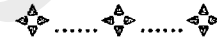
ہم سے راہ حیات میں پتھرا جو ایک شخص
آنکھیں بھی اُس کے ساتھ ہی جیسے پتھر گئیں



تجھ سے کیا پتھرے کہ آنکھیں ریزہ ریزہ ہو گئیں
آئینے ٹوٹے تو چہرہ اور دھندلا ہو گیا



پتھر گئے ہیں کہاں ہم سفر خدا جانے
نقوش پا بھی نہیں جس کارواں بھی نہیں





ڈھونڈتی پھرتی ہیں ماضی کے کھنڈر میں آنکھیں
کسی پتھر پہ تیرا نام لکھا ہو جیسے



کبھی تو وقت کا چہرہ لبو میں ڈوب جائے گا
اسی اُمید پر کھاتے رہے اہل وفا پتھر



بھلا دیئے ہیں تیرے غم نے دکھ زمانے کے
خُدا نہیں تھا تو پتھر کی مورثیں تھیں بہت



کبھی پتھر سے بھی لکیریں مٹا کرتی ہیں
کتنے سادہ ہیں لوگ تیرا نام مٹانے والے



پتھروں سے تو چلے آئے ہیں بچ کر لیکن
دل کو ہے خوف کہ پھولوں سے کچلے جائیں گے



رنگ لا کر ہی رہا آخر میرا ذوقِ جنوں
ریزہ ریزہ ہوں مگر پتھر سے ٹکراتا ہوں میں



یوں تو پتھر کی بھی تقدیر بدل جاتی ہے
شرط یہ ہے کہ اُسے دل سے تراشا جائے



پتھروں کے دیس میں مجھ کو تنہائی کا غم
کیا خبر تھی راستے میں آئینہ مل جائے گا



اس دور پر فریب میں کس بے بسی کے ساتھ
ہم پتھروں میں کوئی خُدا ڈھونڈتے رہے



کوئی بھی ملتا نہیں بے لوث چاہت کا امین
پتھروں کے دیس میں جذبے اگاؤں کس طرح



اب کسی آنکھ کا جادو چلتا نہیں مجھ پر
وہ نظر بھول گئی ہے مجھے پتھر کر کے



پتھر سلگ رہے تھی کوئی نقش پا نہ تھا
ہم اُس طرف چلے تھے جدھر راستہ نہ تھا



توڑ کے جو لے جائے وہ مجرم کیوں ہے
جبکہ پھولوں کی تقدیر ہے بکھرتے رہنا

پھول



آئے نگاہ میں کئی ہنستے ہوئے پھول
لیکن وہ اک اداس سا چہرہ نہیں ملا



جلا کے دل کا لہو ان کو تازگی دی ہے
جگر کے داغ نہیں ہیں یہ انتظار کے پھول



پتھروں سے تو چلے آئے تھے بچ کر لیکن
دل کو ہے خوف کہ پھولوں سے کچلے جائیں گے



ہماری راہ میں کانٹے بکھیرنے والے
خدا کرے تیری پھولوں پہ زندگی گزرے



تو نے کبھی جو درد کے پودے لگائے تھے
اب آ کے دیکھ اُن میں بہت پھول آئے ہیں



میں جس کے ہاتھ میں ایک پھول دے کر آیا تھا
اُسی کے ہاتھ کا پتھر میری تلاش میں ہے



پھول سجائیں دامن میں یہ زخموں کی پہچان نہیں
جو نہ کسی کا دکھ بانٹے وہ پتھر ہے انسان نہیں



یوں ہی تعمیر ہوتے رہے اگر شیش محل
اک دن شہر کی ہر راہ میں پتھر ہوں گے



مانا کہ چپ رہنے سے پاگل پن بڑھ جاتا ہے
پتھر کے اس شہر میں کون کسی سے بات کرے





عریاں ہیں شجر اب کے برس دیکھئے کیا ہو
پھر آئی وہ رُت جس میں بہت پھول جھڑے تھے



کچھ پھول چنے آئے تھے اے باغبان مگر
کچھ داغ لے چلے ہیں ترے گلستاں سے ہم



تیرے آنے سے بھڑک اُٹھے تھے پھولوں کے مزاج
تو چلا ہے تو یہ بیمار ہوئے جاتے ہیں



ہماری راہ میں کانٹے بکھیرنے والے
خُدا کرے تیری پھولوں پہ زندگی گزرے



میں شوکت بہار کا منکر نہیں اے دوست
دل کانپتا ہے پھولوں کا انجام سوچ کر



ثبوت عشق میں چاک گریباں مانگنے والو
کبھی کھلنے سے پہلے پھول کچھ مرجھا بھی جاتے ہیں



یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں
تم نے میرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا



ہماری زندگی میں پھول بن کر کوئی آیا تھا
اُس کی یاد میں اب تک تحریریں مہکتی ہیں



کاغذ کے پھول سر پہ سجا کر چلی حیات
نکلے جو گھر سے راہ میں بارش نے آ لیا



کچھ اس طرح سے ہم نے گزاری ہے زندگی
کانٹوں پہ جیسے پھول بئیرا نہ کر سکیں



پھولوں کی کٹوری سے چھلک پڑتی ہے شبنم
ہنسنے کو تیرے پیچھے بھی سو بار ہنسی ہوں



اُس پھول کو پانا تو بڑی بات ہے جالب
اُس پھول کو چھونے میں بھی ناکام رہے ہم



تنہائیوں میں بیٹھ کے کیا سوچتے ہو تم
پریشان کچھ تو ہمیں بتاؤ پریشان ہم بھی ہیں



بچھر کے اُس سے پریشان بہت ہوں میں بھی
سنا ہے وہ بھی بڑی الجھنوں میں رہتا ہے



جو ہو سکے تو چھین لیں یہ حافظ میرا
یادوں سے اپنی مجھ کو پریشان نہ کیجئے



تیری آنکھوں سے جھلکتا ہوا پیغام وفا
سوچتا ہوں یہ کہیں خواب پریشان تو نہیں



زرد چہروں کو تبسم نے کیا ہے رسوا
ورنہ ظاہر بھی نہ ہوتا کہ پریشان ہے کوئی



چمن سے جاتے ہوئے کیوں ٹھہر گئی ہے بہار
تمہاری زلف پریشان میں کوئی پھول نہ تھا



نہ یہ لوگ ہمارے ہیں نہ یہ پھول ہمارے ہیں
سب اپنے اپنے ہیں صرف غم ہمارے ہیں



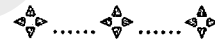
ٹوٹی کلیوں کے ماتم میں ہوا روتی رہی
پھول کے چہرے پہ لکھی ہے کہانی رات کی



ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے بعنوان جفا
چارہ گر پھول پرو لائے ہیں تلواروں میں



ٹہنی سے ایک پھول کی پتی بھی جب گری
اُن کے قدموں کی چاپ کا دھوکہ ہوا مجھے





تو کہاں ہے کہ تیری یاد کے ہاتھوں اب تو
ہے مرے ساتھ پریشان میری تنہائی بھی



چاند سے رخسار پر لہرا کے آنے دیجئے
کیجئے اندھیرا زلفوں کو پریشان چھوڑ کر



ہوش آیا تو سبھی خواب تھے ریزہ ریزہ
جیسے اڑتے ہوئے اوراق پریشاں جاناں



پھر کہیں سامنے آ جانے کا وعدہ کر لو
دل یہ کہتا ہے کہ میری طرح پریشاں ہو تم



عارضِ گل پہ لرزتی ہے گھٹاؤں کی طرح
آپ کی زلف پریشاں بھی کہاں تک آئی



داغ کو تجھ سے میری جان یہ اُمید نہ نہی
جھوٹے منہ بھی نہ پوچھا کہ پریشاں کیوں ہو



آؤ سو جائیں خزاں آنے سے پہلے اک رات
کون دیکھے گا بہاروں کا پریشان ہونا



اس ترکِ رفاقت پہ پریشان تو ہوں لیکن
اب تک کہ تیرے ساتھ پر حیرت بھی بہت ہے



اپنی حالت کا بھی احساس نہیں ہے مجھ کو
میں نے اوروں سے سنا ہے کہ پریشاں ہوں میں



جب بھی اُن سے ملاقات کے امکاں نظر آئے
ہم خوش ہوئے اتنے کہ پریشاں نظر آئے



میرے ہر خواب میں بستی ہے محبت تیری
میں تیرے پیار کی رنجشوں سے پریشاں نہیں



لوگ جب پوچھیں کہ پریشان کیوں ہو
نگاہ سے کچھ کہو ہونٹوں پہ تالے رکھنا



دل میں اُن کی یاد کی تصویر باقی رہ گئی
زندگی میں اک یہی جاگیر باقی رہ گئی

تصویر



تصویر کیوں دکھائیں تمہیں کیوں بتائیں نام
لائے ہیں ہم کہیں سے کسی بے وفا کی ہے



کبھی گھبرا گیا ہوگا جو دل تنہائی سے اُن کا
میری تصویر کو سینے سے لگا کر سو گئے ہوں گے



شمع جلتے ہی تیری تصویر نظر آتی ہے
شمع بجھتے ہی تیری تصویر میں کھو جاتا ہوں



آنکھ میں شوخی لبوں پہ برق رخ پہ سادگی
کیسے کیسے رنگ روتے ہیں بے بسی میں



حسن سادہ میں بھی اک بات ہوا کرتی ہے
آپ کو دیکھ کر حیران ہیں یہ مصوّر کتنے



چھلکے ہوئے تھے جام پریشاں تھی زلفِ یار
کچھ ایسے حادثات سے گھبرا کے پی گئے



تمہاری زلف پریشان کی آبرو کے لئے
کئی اُداسے چناروں کے پھول مہکیں گے



تیری آنکھوں کی قسم اب بھی مجھے ہوش نہیں
تیری زلفوں کی قسم اب بھی پریشان ہوں میں



زاہد نے میرا حاصلِ ایماں نہیں دیکھا
رُخ پر تیری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا



نگاہوں میں تیری تصویر ہر دم رقص کرتی ہے
میں اکثر دیکھتا رہتا ہوں تجھ کو اپنے خوابوں میں

بنا بنا کے مٹائے گئے ہیں نقوشِ عمل
تیرے بغیر لیکن مکمل نہ ہو سکی تصویر

خوشبو کو ہواؤں کو گرفتار کرو گے
ترتیب نہ دے پاؤ گے تصویر ہماری

اُڑتے ہوئے رنگوں سے نہ تصویر بناؤں
چہرے پہ نگاہوں کو وہ پڑنے نہیں دیتا

اس طرح جاگزیں ہے دل میں تیرا تصوّر
گویا لگی ہے تصویر آئینے میں

ایک بار تجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا
سو بار جنوں نے تری تصویر دکھلا دی

مدتوں بعد اٹھائے تھے پرانے کاغذ
ساتھ تیرے میری تصویر نکل آئی ہے

زندگی ساری خیال و خواب کی تصویر کر دی
اس نے اظہارِ محبت میں بڑی تاخیر کر دی

آنکھ کس طرح ملاؤں تیری رسوائی ہے
پتلیوں میں تیری تصویر اتر آئی ہے

میں اپنے خواب اتارے جا رہا ہوں سادہ کاغذ پر
کوئی تصویر ملتی ہی نہیں تیری شباہت سے

اے عشق وہ زبان کو میری کلام دے
تصویرِ حسنِ یار جو لفظوں میں ڈھال دے

ہم نے کاغذ پر بہت رنگ بکھیرے ہیں لیکن
تیرا پیکر کسی تصویر میں ڈھلتا ہی نہیں

تیرے ناراض ہونے کا تصور ہی قیامت ہے
امان کیسے ملے اُس کو جسے تو بے امان کر دے

تصور



یہ اور بات ہے کہ تصور میں کھو گئے
دل سے اُن کی یاد بھلانے چلے تھے ہم



تیری یادوں کے دیئے تیرے تصور کے چراغ
دل کے گننام جھروکوں سے اُٹھے جاتے ہیں



تنہائی میں بھی تیرے تصور کی بدولت
دل بستگی غم کے ہیں سامان ہزاروں



وہ رنگ ہے خوشبو ہے کہ جھونکا ہوا کا ہے
وہ میرے تصور سے بھی کچھ بڑھ کے حسیں ہے



تصور آرزوئیں، حتمات، شوق و بے تابی
یہ سب چیزیں تمہاری ہیں تم آ کر چھین لو مجھ سے



کیا ملے گا تجھے بکھرے ہوئے خوابوں کے سوا
ریت پر چاند کی تصویر بنانے والے



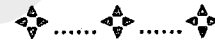
مدتوں پہلے کہ جب تجھے دیکھا بھی نہ تھا
تیری تصویر بناتے تھے خیالات مرے



اک دن چاند کا عکس دیکھا تھا ندی میں
ہم سمجھے کہ تصویر ہے تمہاری



آنکھ میں خامشی لبوں پہ برق رخ پہ سادگی
کیسے کیسے رنگ ہیں اس پیکر تصویر میں





دھوپ کے شہر میں اک عمر کٹی ہے اپنی
اب تو سائے کا تھوڑ بھی گراں ہوتا ہے



رہو گے تم ہمیشہ جلوہ گر میرے تھوڑ میں
اگر تم سے بھی ممکن ہو تو مجھ کو یاد کر لینا



وہ میرے تھوڑ میں میں اُن کے تھوڑ میں
انجام یہی ٹھہرا ٹوٹے ہوئے دلوں کا



کس قدر شاداب و رنگین ہے میری دنیائے دل
جب سے وہ بزم تھوڑ کو سجانے آئے ہیں



جب تھوڑ مرا چپکے سے تجھے چھو آئے
اپنی ہر سانس سے مجھ کو تیری خوشبو آئی



ہم بند کئے آنکھ تھوڑ میں پڑے ہیں
ایسے میں کوئی چہم سے آ جائے تو کیا ہو



ہر گلشن اور صحرا میں اس کا تھوڑ یاد رہا
جس کی یاد سے مہکا مہکا گھر کا کونا کونا تھا



تیری آنکھوں میں کہیں میرا تھوڑ ہو نہ ہو
میری آنکھیں خواب تیرے دیکھتی ہیں رات بھر



سب سے خفا ہو تم مگر اُس سے خفا نہ ہو
جس کا جہاں میں کوئی بھی تیرے سوا نہ ہو



ہجرت میں وقت تھوڑ یوں بہل جاتا ہے جی
گفتگو کرتی ہیں نظریں آپ کی تصویر سے



جدا ہوئے تھے مگر دل کبھی ٹوٹا نہ تھا
خفا ہوئے تو تیرے اتفاقات سے بھی گئے



یوں تو رہتی ہے تھوڑ میں تمہاری صورت
پھر بھی مل جاؤ تو تسکین سی ہو جاتی ہے



❖
میں آج تیرے تصور میں مسکرا تو دوں لیکن
یہ فکر ہے کہ کس کس کا دل جلا ہوگا

❖
توبہ کے تصور میں بھی مئے پیش نظر ہے
ساتی کی نگاہوں کا ابھی دل پہ اثر ہے

❖
کچھ تعلق جو نہ ہوتا تو خفا کیوں ہوتے
بے رخی اُن کی محبت کا پتہ دیتی ہے

❖
تیرے تصور سے گھبرا کر جو نگاہ جھکائی
مقامِ دل پہ تیری تصویر مسکراتی نظر آئی

❖.....❖.....❖

تمنا
تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی میں نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی

❖
اب دل کی تمنا ہے تو اے کاش یہی ہو
آنسو کی جگہ آنکھ سے حسرت نکل جائے

❖
دھوپ میں پیڑ کا کیا حال ہے احساس نہیں
راہ میں چھاؤں کا ہر شخص تمنائی ہے

❖
ضروری تو نہیں کہہ دیں لبوں سے داستاں اپنی
زباں ایک اور بھی ہوتی ہے اظہارِ تمنا کی

❖
ساتھ چلنے کی تمنا ہے تو دوگام تو چل
تُو تُو ہر گام پہ کچھ سوچ کے رک جاتا ہے

❖
تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی



وہ تو کچھ تم سے محبت سی ہو گئی ورنہ
ہم وہ خود سر ہیں کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں



تو اُسے اپنی تمناؤں کا مرکز نہ بنا
چاند ہرجائی ہے ہر گھر میں اتر جاتا ہے



میری آنکھوں میں ذرا جھانک کے دیکھے تو کوئی
کتنی معصوم تمناؤں نے دم توڑ دیا



کیا خبر تھی کہ کبھی تیری تمنا اے دوست
اشک بن کر میری پلکوں پہ ابھر آئے گی



اب کہاں جائیں بہاروں کی تمنا لے کر
دل کا ہر زخم مہکتا ہے گلستاں کی طرح



پھر میری دنیا میں وہ ہلچل مچانے آئے ہیں
پھر سے خوابیدہ تمنائیں جگانے آئے ہیں



قربت تو بڑی چیز ہے اے جان تمنا
اس دل کی تسلی کو تیرا نام بہت ہے



کبھی سورج کی تمنا نہیں باقی
روشنی چھوڑ گئی دل میں اندھیرا ایسا



لو مجھ گیا کسی کی تمنا لئے ہوئے
وہ دل کہ جس پہ کون و مکاں کو غور تھا



کھلتا تھا کبھی جس میں تمنا کا شگوفہ
کھڑکی وہ بڑی دیر سے ویران پڑی ہے



کس دل میں بو رہے ہو تمنا کے بیج و خم
یہ دکھ کی سرزمین تو کالے گلاب دے



تجھ کو چھو لوں تو اے جان تمنا مجھ کو
دیر تک اپنے بدن سے تیری خوشبو آئے



❖
 بن سنور کر مجھے سمجھانے نہ آؤ ورنہ
 پھر تمنائے دل مچل جائے گی

❖
 تمنا ہے دیکھوں جی بھر کے لیکن
 تبسم زیر لب ہی کھو گیا ہے

❖
 اس قدر کھائے ہیں دھوکے میں نے راہ شوق میں
 اب نہ رہبر کی تمنا ہے نہ رہزن کی تلاش

❖
 یہ اور بات ہے کہ نہ ہو جراتِ سوال
 آیا تو ہوں ہجومِ تمنا لئے ہوئے

❖.....❖.....❖

اس میں بھلا جہاں سے ڈرنے کی بات کیا
 ہم ہر جگہ کہیں گے تجھے چاہتے ہیں ہم

جہاں

❖
 سوچا ہے تنہی کو جہاں تک گیا خیال
 دیکھا تنہی کو ہم نے جہاں تک نظر گئی

❖
 پھول ہی ایسے چٹے باغِ جہاں سے ہم نے
 آج خوشبو سے ہیں محروم تو پہچتانا کیا

❖
 اے داغ نہ دے جانِ محبت میں کہ ناداں
 پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

❖
 وہی تو سارے جہاں سے عزیز ہے مجھ کو
 وہ ایک شخص جو بے بس ہے پتھروں کی طرح

❖
 شمع بن کر بزمِ ہستی میں بسر کر زندگی
 تاکہ تیرے سوز سے سارے جہاں میں نور ہو



جوانی مٹ گئی لیکن خلش درد محبت کی
جہاں معلوم ہوتی تھی وہیں معلوم ہوتی ہے



جہاں لٹا تھا میری زندگی کا سرمایہ
دیوار یار کی اس راہ گزر کا ذکر نہ کر



سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آ گئی
سایہ تھا جس درخت کا ہم پر وہ کٹ گیا



سفر میں چاند کا ماتھا جہاں بھی دھندلایا
تیری نگاہ کی زیبائی نے قیادت کی



وہاں سے ہاں کی حمیتا میں عمر بیت گئی
جہاں نہیں کے سوا دوسرا جواب نہیں



کیا کیا نہ ہم نے خاک اڑائی جہان میں
آخر پلٹ کے کوچہ جاناں میں آ گئے



تم تو عادی ہو ہر ایک در پہ جھکاتے ہو جبیں
ہم جہاں جھک جائیں گے پھر نہ اٹھیں گے کبھی



ہم تو مجبور وفا ہیں مگر اے جانِ بہاں
اپنے عشاق سے ایسا بھی کوئی کرتا ہے



کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ ہو جس میں خوابیدہ تم
الہی تیرا جہاں کیا ہے نگارخانہ ہے آرزو



کتنے طویل سلسلے وہم و گماں کے ہیں
نازک ہے دل کا آئینہ غم دو جہاں لے ہیں



جہاں لب اظہار مطلب کو ترستے ہیں
وہاں پر سانس کو ایک داستان کہنا بھی پڑتا ہے



دنیا جہاں کی سرستیں نہیں مانگتی لیکن پھر بھی
دیکھا ہے جو اک خواب وہ تعبیر ہو جائے



کل تم جدا ہوئے تھے جہاں ساتھ چھوڑ کر
ہم آج تک کھڑے ہیں اُسی دل کے موڑ پر

جُدائی



غیبِ عشق میں منزل نہیں رستہ ہے
قریب بھی اگر ہوتے تو ہم جدا ہوتے



کوئی سوال جو پوچھے تو کیا کہوں اُس سے
بچھڑنے والے سبب تو بتا جدائی کا



میرے چہرے پہ لکھی ہے ترے غم کی تحریر
لوگ کیوں تجھ کو مجھ سے جدا جانیں گے



میں کبھی تجھ سے نہ ملتا گر خبر ہوتی مجھے
تو ملے گا اور پھر مل کر جدا ہو جائے گا



اتنا دشوار نہ ہوتا یہ جدائی کا سفر
وقتِ رخصت وہ کھڑکی میں نہ آیا ہوتا



محبت بھی اب دل پہ بار گراں ہے
جہاں تک نبھائی گئی نبھائی ہم نے



فکر جہاں میں بھول گئے تھے نشاطِ زیت
تیرا خیال آئے ہی سنجیدہ ہو گئے



نہ ہو احساس تو سارا جہاں ہے بے حس و مردہ
گداز دل ہو تو دکھتی رگیں ملتی ہیں پتھر میں



اس قدر پیار سے اے جان جہاں رکھا ہے
دل کے رخسار پہ اس وقت تیری یاد نے ہاتھ



یہ کہہ کے میرے پاس سے رخصت ہوا ظالم
ملنے ہیں اگر لوگ تو ہوتے ہیں جدا بھی

جدا ہوئے تو ملنے کی آرزو نہ خیال
کبھی ملاپ کا ہر روز اک بہانہ تھا

یہ جوانی خواب میں ڈھل جائے گی مگر پیارے
جانتے تھے ہم کہ ایک دن تو جدا ہو جائے گا

جباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا

یہ کیا ضرور پتہ پوچھتے پھریں اس کا
ملا ہی یوں تھا وہ جیسے جدا تو ہونا تھا

رنج دیتا ہے تو دے مجھ کو جدائی تو نہ دے
اپنا ہونے کے تعلق سے رہائی تو نہ دے

اب کے عجیب کرب میں تجھ سے جدا ہوئے
رہی مکالمے بھی نہ ہم سے ادا ہوئے

مجھے تیری جدائی کا کوئی رنج نہیں
میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم

بسا ہوا ہے میرے دل میں بوئے گل کی طرح
وہ دور دور ہے مجھ سے مگر جدا بھی نہیں

جدائی کے تصور سے ہی دل اتنا لرزتا ہے
حقیقت میں اگر یہ حادثہ گزرا تو کیا ہوگا

دُعا کا ٹوٹا ہوا حرف سرد آہ میں ہے
تیری جدائی کا منظر ابھی نگاہ میں ہے

تیرے ملنے کی خوشی میں کوئی نغمہ چھیڑوں
یا تیرے درد جدائی کا گلہ پیش کروں

حیات بھی ہو تمہی میری کائنات بھی ہو
چاہت
تمہی کو ٹوٹ کر چاہا تمہی کو پوجا ہے

تم سے اب مل کہ تجب ہے کہ عرصہ اتنا
آج تک تیری جدائی کا یہ کیونکر گزرا

تیری جدائی کی تلخی نے جو اٹھائے تھے
تیرے حضور میں وہ درد کم نہیں ہوتے

پھر آ گئی ہے آج دور ہے یہ زندگی
ہوتا ہے کون کون جدا دیکھتے رہو

فاصلے دل کے ہوا کرتے ہیں جدائی کے نہیں
چاہنے والے تو تصور میں ملا کرتے ہیں

.....

وہ ہوئے رخصت تو میں خود سے پھڑ کے رہ گیا
اپنی اس چاہت کا خود مجھ کو بھی اندازہ نہ تھا

بہتی میں چاہتوں کے کھلے تھے گلاب سے
بس ایک قدم بڑھا تھا کہ موسم بدل گیا

سمندر سے ساحل کی طرف دیکھنے والوں کو دیکھا ہے
جنہیں نہ چاہت ملتی ہے نہ منزل ملتی ہے

دل کو تیری چاہت پہ بھروسہ بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

چاہت کی داستان ہے ذاتی معاملہ
توڑا ہے کس نے عہد وفا یہ نہ پوچھنا

یوں تو لکھنے کے لئے کیا نہیں لکھا میں نے
پھر بھی جتنا تجھے چاہا، نہیں لکھا میں نے

پھر اس کے بعد نہ مل پائے گی تجھے اے دوست
یہ تھوڑی دیر کی چاہت، بہت غنیمت ہے

اس میں بھلا جہاں سے ڈرنے کی بات کیا
ہم ہر جگہ کہیں گے تجھے چاہتے ہیں ہم

وہ مجھ کو ٹوٹ کر چاہے گی چھوڑ جائے گی
مجھے خبر نہ تھی، اُسے یہ ہنر بھی آتا ہے

چاہتوں کا رنگ کتنا، اور گہرا ہو گیا
آنسوؤں کی بھیڑ میں وہ بیوفا اچھا لگا

تم میرے لئے اب کوئی الزام نہ ڈھونڈو
چاہا تھا تمہیں ایک یہی الزام بہت ہے

ٹوٹ جائیں گی ستاروں کی صفیں میرے لئے
شوخی عشق میں چاہت کو گرم رہنے دو

لمحہ لمحہ بڑھ رہا ہے دکھ کے لمحوں کا حساب
کیسے پھر میں اپنی چاہت سے اُسے غافل کیوں

تیری چاہتوں کا مجھ کو اگر اعتبار ہوتا
میری زندگی کا حاصل تیرا انتظار ہوتا

دل جل رہا ہے دردِ شجر، دیکھ دیکھ کر
اب چاہتوں کے بیج نہ بویا کریں گے ہم

الہم میں میرے آج بھی محفوظ ہے حنا
یادوں کے پھول غم کی دھنک چاہتوں کے رنگ

سُنی سنائی بات نہیں یہ اپنے اوپر مبنی ہے
پھول نکلتے ہیں شعلوں سے چاہت آگ لگائے تو

❖
راستوں کا علم تھا ہم کو نہ سمتوں کی خبر
شہر نامعلوم کی چاہت مگر ہم کرتے رہے

❖
طویل ہو نہ کہیں اپنی چاہتوں کا سفر
سنا ہے اہل طلب عمر بھر تڑپتے ہیں

❖
قدرت کے فیصلوں کا بھی لازم ہے احترام
ورنہ میں چاہتا تھا میرے ساتھ تو رہے

❖
شبِ فرقت میں سلگتی ہوئی یادوں کے سوا
اور کیا رکھا ہے ہم چاہنے والوں کے لئے

❖.....❖.....❖

آنکھیں تو کھول سر تو اٹھا دیکھ تو ذرا
کب سے جگر وہ چاند سا چہرہ اُداس ہے

چاند

❖
چھڑ کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اُداس رہتا ہے

❖
بنا کے چاند کو اپنا گواہ کہتا ہوں
میں آج تک شبِ مہتاب میں نہیں سویا

❖
ظلمتِ شب میں ستاروں سے تراشوں گا میں چاند
کیسے کہہ دیں گے مسافرِ راستہ ملتا نہیں

❖
اُداس اس قدر تھا کہ سویا نہ رات بھر
پلکوں سے لکھ رہا تھا ترا نام چاند پر

❖
ہٹا دو چہرہ روشن سے پردہ
یہ کب تک چاند پر سایہ رہے گا



رنج کے اندھے کنوئیں میں رات اب کیسے کٹے
دیکھنے کو دن میں دیکھے چاند سے چہرے بہت



راتوں کو میرے ذوقِ ترنم نے بارہا
گاتے سنے ہیں چاند ستاروں کے قافلے



تیری نظر کے سامنے چاند بھی ہے چکور بھی
عشق کا انتخاب دیکھ کوششِ رائیگاں نہ دیکھ



کتنی ناکام تمناؤں کی حسرت لے کر
چاند ہر روز اندھیروں سے گزر جاتا ہے



جن کے چہرے ہوں چاند کی صورت
اُن کے دل میں بھی داغ ہوتے ہیں



مل کھا رہی ہے چاند کے چہرے پہ بدلیاں
وہ منتظر ہے زلفِ پریشاں کئے ہوئے



پیتے رہے بٹھا کے نظاروں کے سامنے
تاروں کے جامِ چاند کی مینا سنوار کے



چمک اٹھتا ہے سرِ شام تیری یاد کا چاند
کبھی تاریک نہ دیکھی شبِ فرقت میں نے



چاند نکھرا ہے تیری لوحِ جبین کی صورت
رات بکھری ہے تیری زلفِ پریشاں کی طرح



قمر اچھا نہیں گیسو رخِ روشن پہ آ جاتا
گہن جب بھی لگا چاند کی تنویر بگڑی ہے



عشق کرنے کے بعد آپ ہیں کیسے چپ چاپ
رات بھر چاند نے ظلمت کا سفر کاٹا ہے



وصل کی رات سلگتے جذبے پیار نبھانے کے وعدے
ہنستا چاند چمکتے تارے جھیل کا پانی یاد کرو



سوچو تو بھنور سے ذہن میں پڑ جاتے ہیں
کیسے چہرے ہیں جو ملتے ہیں پکھڑ جاتے ہیں

چہرے

❖

دیکھیں نہ کسی سمت تو ڈھونڈیں تجھے کیسے
کس کس سے چھپائیں تیرا چہرہ مری آنکھیں

❖

اب اسے گوارہ بھی نہیں لبوں پہ نام میرا
جو ہوتا تھا پشیمان میرے اداس ہو جانے کے بعد

❖

اپنی تصویر بناؤ گے تو ہوگا احساس
کتنا دشوار ہے خود کو کوئی چہرہ دینا

❖

آنکھیں تو کھول سر تو اٹھا دیکھ تو ذرا
کب سے جگر وہ چاند سا چہرہ اداس ہے

❖

چہروں سے نمایاں ہیں ضمیروں کی کثافت
انسان ہی انسان کا بھرم کھول رہا ہے

❖

رات کو کانٹوں کے جنگل میں سفر کے واسطے
روح میں اک چاند تاروں کا نگہ بھی چاہئے

❖

اتنا مانوس ہوا رات کے سناٹے سے
جب کوئی چاند اُبھرتا ہے ڈر جاتا ہوں

❖

یہ ہنستا ہوا چاند یہ پُر نور ستارے
تابندہ و پائندہ ہیں زروں کے سہارے

❖

نہ شب کو چاند اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پر بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی

❖.....❖.....❖



اب فقط چہروں پہ رہتی ہے زمانے کی نظر
اب کسی شخص کے جوہر نہیں دیکھے جاتے



ایک چہرہ ہے نگاہوں میں قمر مدت سے
سوچتا رہتا ہوں نجانے کدھر دیکھا ہے



جس کی آنکھیں مجھے اندر سے پڑھتی ہیں
کوئی چہرہ تو مجھے شہر میں ایسا لا دے



بڑے ہی پیار سے میرے قریب آئی ہو
نہ چہرہ مجھ سے چپاؤ تو کوئی بات بنے



سب گلاب آج چہروں کے مڑجھا گئے
بجھ چلے ہیں ستارے بھی آکاش کے



لوٹ آئے ہیں نگاہوں میں پرانے چہرے
پھر گئے وقت کی زنجیر ہلا دی کس نے



دلوں کا ربط ہی چہروں کو تازگی دے گا
دھلے گا جونہی نگاہوں سے مصلحت کا غبار



آئے ہیں بزم میں ہنستا ہوا چہرہ لے کر
دل کے ناسور کو پردوں میں چھپا رکھا ہے



کسی سے اتنے مراسم ہی نہیں رہے اپنے
مگر وہ چہرہ بہت آشناؤں جیسا ہے



بنتے ہوئے چہروں کے پیچھے آنسو کا سیلاب
کھلتی ہوئی کلی کو اس بات کا غم تھا



چہروں کو جن کے دیکھ کے جی اٹھتی تھی حیات
وہ لوگ اب کہاں ہیں وہ محسن کدھر گئے



سحر کیا ہے کسی کے پھول سے چہرے کی شادابی
اندھیری رات کیا ہے ان کی زلفوں کا مچل جانا



نکل گئے تھے تیرے غم کی دھوپ سے بچ کر
خود اپنی چھاؤں میں رہ کر بھی ہم جلے ہیں بہت

چھاؤں

❖
دھوپ مسافر چھاؤں مسافر آئے کوئی جائے
گھر بیٹھے سوچ رہا ہوں آنگن ہے یا رستہ ہے

❖
رات بھر طارق ستاروں کی سلگتی چھاؤں میں
رقص فرماتی ہوئی آنگن میں تہائی ملی

❖
یادوں کی گھنی چھاؤں بھی جب رخصت ہوئی آنگن سے
ایک اور سفر کے لئے لوٹ آؤ سفر سے

❖
ڈر ڈر کے قدم رکھتا ہوں خوابوں کے صحراؤں میں
یہ ریگ ابھی زنجیر ہوئی یہ چھاؤں ابھی دیوار بنی

❖
(رُکے تو چاند چلے تو ہواؤں جیسا ہے
وہ ایک شخص جو دھوپ میں چھاؤں جیسا ہے)

❖
اک نشانی درد کی چہروں پہ لوگوں کے یہاں
اک کہانی خوف کی ہر آنکھ ہے کہتی ہوئی

❖
ہمیں نے زخمِ دل و جاں چھپا لئے ورنہ
نہ جانے کتنوں کے چہرے اتر گئے ہوتے

❖
بریدہ رنگ ہے اب کے بہار کا موسم
خزاں کی رت سے تھا بہت آشنا مرا چہرہ

❖
سجائے رکھتے ہیں جو چہروں پر ہنسی کی کرن
نجانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں

❖.....❖.....❖



برق کیوں اُن کو جلانے پہ کمر بستہ ہے
میں تو چھاؤں میں کسی پیڑ کے بیٹھا بھی نہیں



چھوٹی ہے بڑھ کے پاؤں ہر اک راگیر کے
کیا پُر خلوص ہوتی ہے پچھلے پہر کی چھاؤں



بیٹھے ہیں اس شجر کے سائے میں اس لئے
اک زلف مہرباں تھی اسی چھاؤں کی طرح



دھوپ میں پیڑ کا کیا حال ہے احساس نہیں
راہ میں چھاؤں کا ہر شخص تمنائی ہے



سکوں تو جب ہو کہ میں چھاؤں صحن میں دیکھوں
نظر تو ویسے گلی کا شجر بھی آتا ہے



احساس کے جنگل میں تو چھاؤں گھنی ہوگی
لوٹو گے تو چہرے پر بس دھول جہی ہوگی



دھوپ میں پیڑ کا کیا حال ہے احساس نہیں
راہ میں چھاؤں کا ہر شخص تمنائی ہے



دل کے باہر تو بڑی دھوپ کا عالم ہے عدم
دل کے ماحول پہ چھائی ہوئی ویرانی ہے



کس دھوپ کی شدت سے جلتا ہے یہ بدن
حالانکہ جہاں میں ہوں وہاں چھاؤں گھنی ہے



اپنی ہی دھوپ چھاؤں میں رہتا ہوں در بدر
پل بھر کو بھی رہا نہ پرانے مکان میں



تمہارے شہر کی ہر چھاؤں مہربان تھی مگر
جہاں پہ دھوپ کڑی تھی وہاں شجر ہی نہ تھا



بے آسرا نہ چھوڑ ہمیں اے غم حیات
پایا ہے ہم نے تجھ کو بہاروں کی چھاؤں میں



لُوٹے مزے حیا کے اُٹھائے ادا کے لطف
پہروں سے مجھ کو آج تصور کسی کا تھا

حیا



حیا پرور، حسین چہرہ، وفا و ناز کا پیکر
جواب دیتے نہیں، مسکرائے جاتے ہیں



کرتے ہیں جرم اور ندامت نہیں ہمیں
اشکوں سے اپنی شرم و حیا کون لے گیا



حیا کی شوخیوں سے اٹھتے اٹھتے جھک گئیں نظریں
میری قسم سے اُن کے تیر بھی آئے کمان ہو کر



بیدل غموں کی دھوپ میں جھلسی ہوئی صبا
پھرتی ہے کھوج میں شجر سایہ دار کے



اُبھی باہوں میں دھڑکتے دل کا نغمہ
بہکی سانسوں میں حیا خود بھی گکھل جاتی ہے



کوئی بادل یہاں بھی چھاؤں بانے
سلگتی دھوپ ہے انگنائیوں میں



وہ ساتھ تھا تو عجیب دھوپ چھاؤں رہتی تھی
بس اب تو ایک ہی موسم ٹھہر گیا ہے مجھ میں



ترے خلوص کی چھاؤں سمٹ گئی لیکن
تیرے خیال کا سایہ بہت دراز رہا



اپنی تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
دنیا کو چھاؤں بخش کر خود دھوپ میں جلے





وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو



وہ خوش جمال جب بھی تصور میں آ گیا
آنکھوں کو میں نے رکھ لیا سر پر حیا کے ساتھ



پھولوں کی آبرو کہیں غیرت سے اڑ نہ جائے
کلیوں کی سادگی کو حیا کہہ گیا ہوں میں



بالوں میں اپنے سجائے تمہارے نام کے گجرے
خود سے حیا آنے لگی سائے بڑھے جب شام کے



حیا یہ کتنی حسین ہے مدعا سن کے
جواب دیتے نہیں مسکرائے جاتے ہیں



رخ روشن سے جب پردہ اٹھا تو مجھ گیا عالم
یہ کیوں اُس نے جھکی پلکوں کو انداز حیا سمجھا



محشر میں عذرِ قتل بھی ہے خوں بہا بھی ہے
وہ ایک نگہ کہ جس میں گلہ بھی حیا بھی ہے



جھکی ہی جاتی ہے کچھ خود بخود حیا سے آنکھ
گری پڑتی ہے بیمارِ ناتواں کی طرح



اے حیا ادھر آئی ادھر غرور آیا
میرے جنازے کے ہمراہ وہ دور دور آیا



تم ایک دن جسے سمجھتی تھیں میرے غم کا غرور
وہ آنسوؤں کی حیا تم کو یاد کرتی ہے



کون گھونگھٹ کو اٹھائے گا شکر کہہ کے
اور وہ پھر سے کریں گے حیا میرے بعد



خوشبو کے خواب جل گئے تازہ گلاب جل گئے
تیری حیا بجھی بجھی میری انا لہو لہو



❖
میرا پیمانہ ہے خالی تو مجھے کیا غم ہے
تیری آنکھوں میں مگر اب بھی حیا ہے ساتی

❖
حیا کی لہر یوں تیری ہنسی میں شامل ہے
دھنک کے رنگ میں گویا حجاب مل جائے

❖
مجھے دیکھ کر یوں تمہارا شرمانا
ادا ہے یا حیا ہے سمجھ پاتا نہیں ہوں میں

❖
مستی بھری آنکھوں میں حیا کھیل رہی ہے
دو زہر کے پیالوں میں قضا کھیل رہی ہے

❖.....❖.....❖

حُسن

پونچھو نہ عرق رخساروں سے رنگینی حُسن کو بڑھنے دو
سنّتے ہیں کہ شبنم کے قطرے پھولوں کو نکھارا کرتے ہیں

❖
شرما رہا ہے آپ ہی وہ حُسن بے مثال
کس کا حسین خیال انہیں چھیڑ کر گیا

❖
✓ اللہ نے بخشی ہو جنہیں حُسن کی دولت
وہ دل کے خزانے پہ اٹھائیں گے نظر کیا

❖
جلوۂ حُسن فراواں پہ بجا اُن کا غرور
ہم بھی نازاں ہیں کہ چشم نگراں پائی ہے

❖
زباں سے ہو نہ سکی جب شرح حُسن بیان
جبیں کو وقف کیا میں نے آستان کے لئے

❖
چل سکے گا اب نہ جادو دل پہ رعب حُسن کا
یار مجبور ہے میں ہوں بے تاب نشاط



تیرا حُسن ہے گلستان تیری زلفِ عنبریں ہے
مرے ہوش اڑ گئے ہیں مری جب نظر پڑی ہے



اس حُسن بے پناہ کی جس پر نظر پڑی
اُس آدمی کو ہوش میں دیکھا نہیں گیا



جمالِ حُسن کی ہلکی سی لہر دوڑا کر
نفسِ نفس کو مرے جگمگا دیا تو نے



تو سحرِ حُسن کا ہے تو رنگ ہے دھنک کا
کب چھو سکا ہے کوئی خوشبو ترے بدن کی



حُسن پر ناز لیکن حُسن سے ہوتا کیا ہے
کون پوچھے گا تمہیں حُسن ڈھل جانے کے بعد



دیکھا ہے حُسن یار کچھ اس طرح سے آج
اب زندگی میں کوئی تمنا نہیں رہی



✓ بے پردگی حُسن سے ہیں سب یہ حجابات
پردہ جو گرا دو گے تو پردہ نہ رہے گا



انجمن در انجمن چرچا ہے تیرے حُسن کا
عشق پر ہے تہمتِ آوارگی تیرے بغیر



آج کی بات نہیں اہل ہوس کے ہاتھوں
حُسن کردار کے مٹتے ہیں خزانے کب سے



تیرے چہرے کی دمک تیرے لبوں کی تازگی
اُن کو کیا جو احترامِ حُسن سے مجبور ہیں



حُسن تو بے تاب ہے پیغامِ غم کے واسطے
اہلِ الفت کے دلوں میں جوشِ الفت ہی نہیں



✓ ہم پیکرِ حُسن و ناز سہی خود داری ہماری فطرت ہے
جھک جائیں تمہارے قدموں میں کب ہم یہ گوارہ کرتے ہیں



سجنا کا اب نہ بہانہ تلاش کر میں خوش ہوں
کہ دل کا آخری قطرہ بھی تیرے نام آیا

حنا

اونگھتی گلیوں میں ڈھولک کی صدا میں کھو گئیں
لگ گئی ہو گویا سب بے تاب ہاتھوں میں حنا

پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسم بدل گیا
خوشبو گئی وصال کی رنگ حنا کے ساتھ

میری سانسون میں مچلتی ہے حنا کی خوشبو
تیری نوخیز محبت کی نشانی جیسے

زخم تنہائی میں خوشبوئے حنا کس کی تھی
سایہ دیوار پیرا تھا صدا کس کی تھی

تیرے تھے تو سب اچھے ہیں مگر موج بہار
اب کے میرے لئے خوشبوئے حنا آئی ہو

✓ اُن کے غرور حُسن کا پیغام اور ہے
گیسو کبھی ہے کبھی رخ پر بکھر گئے

بجھ چکے ہیں میرے سینے میں دل کے داغ
اب تیرے حُسنِ پشیمیاں سے مجھے کیا لینا ہے

خود بخود ساقی کی نظر میں ملتفت ہو جائیں گی
زندگی میں آؤ حُسنِ دلکشی پیدا کریں

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے ثکلیل نہ ڈھونڈیے
میں کسی کا حُسنِ کمال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں

.....

❖
خوشبو بس اُس کے قرب کی سانسو میں رچ گئی
رنگِ حنا تو ہاتھ سے کب کا اتر گیا
❖

❖
یاد رکھنا پیار اپنا اے عروسِ زندگی
خونِ دل سے ہم تجھے رنگِ حنا دیتے رہے
❖

❖
میں تیرے ہاتھ میں ہوں رنگِ حنا کی صورت
زندگی اپنی ہتھیلی سے چھڑا لے مجھ کو
❖

❖
یہ کس کے قتل کا ساماں ہے کیا ارادے ہیں
کہ سرمہ آنکھ میں ہے اور ہاتھ میں حنا بھی ہے
❖

❖
وفا کے نام پر کچھ شعبدہ گر
پڑا لیتے ہیں ہاتھوں کی حنا تک
❖

❖
ہائے اب بھول بھی گیا رنگِ حنا تیرا
خطِ کبھی خون سے تحریر ہوا کرتے تھے
❖

❖
ہم نے ہر دور میں محنت کے ستم جھیلے ہیں
ہم نے ہر دور کے ہاتھوں کو حنا بخشی ہے
❖

❖
ابھی شباب کے دن ہیں نہ یوں مچل کے چلو
لگی ہے پیروں میں حنا ابھی سنبھل کے چلو
❖

❖
ذہن میں ابھریں گے گم گشتہ محبت کے نقوش
جب وہ ہاتھوں میں میرے دستِ حنائی دے گا
❖

❖
یوں ہاتھ پر لگا کے حنا جا رہے ہیں وہ
جیسے کسی کو واپسی کا کہہ کے آئے ہیں
❖

❖
صاف انکار ہے تو آنے کا بہانہ کیسا
رنگ لائے ہیں وہ حنا کا لگانا کیسا
❖

❖
کتنی کلیوں کی رگوں کا وہ لہو ہوتا ہے
جس کو محبوب کے ہاتھوں کی حنا کہتے ہیں
❖

حسرت

یوں جذب کر لیا ہے تجھے روح میں کہ اب
اے دوست تجھ کو پانے کی حسرت نہیں رہی

✓ تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی میں نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی

حسرت میں آ گیا ہوں چن میں یہ سوچ کر
شاید یہاں خلوص کی کوئی کلی ملے

وہ شوخیاں وہ تبسم وہ تہمتے نہ رہے
ہر ایک چیز کو حسرت سے دیکھتی ہو تم

سب کے دلوں میں حسرتوں کے رنگ تو موجود ہیں
آؤ کھیلیں ہم تم ہولی ایک بنا کے دائرہ

✓ ناکام حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا
دنیا میں اب دکھوں کے سوا کچھ نہیں رہا

♦♦♦
سارگِ حنا پہ جا کے لکھوں دردِ دل کی بات
شاید آہستہ آہستہ لگے دلربا کے ہاتھ

♦♦♦
راہِ وفا دشوار بہت تھی تم کیوں میرے ساتھ آئے
پھول سا چہرہ کملایا اور رنگِ حنا پامال ہوا

♦♦♦
شاخِ اُمید پر کھلتے ہیں طلب کے غنچے
یا کسی شوخ کے ہاتھوں میں حنا لگتی ہے

♦♦♦
تیرے تحفے تو سب اچھے ہیں مگر موجِ بہار
اب کے میرے لئے خوشبوئے حنا لائی ہو

♦♦♦.....♦♦♦.....♦♦♦

❖
اب تو باقی کوئی خواہش ہے نہ حسرت نہ طلب
لوٹ کر میری طرح تم بھی بکھر کر دیکھو

❖
حسرت سے دیکھتی رہی ماضی کو اس طرح
جیسے وہ لوٹ آئیں گے جو دن گزر گئے

❖
میرے محبوب تیری راہ میں نظریں بچھائے ہم
کھڑے ہیں آج بھی حسرت چھپائے سینے میں

❖
اُن کی حسرت میری تقدیر میں لکھنے والے
کاش اُن کو میری تقدیر میں لکھا ہوتا

❖
تیری ہنستی ہوئی دنیا میں یا رب
ہمیں ہنسنے کی حسرت ہی رہی ہے

❖
دست تقدیر سے ہر شخص نے حصہ پایا
میرے حصے میں تیرے دید کی حسرت آئی

❖
یہ بھی کیا کم ہے کہ تیری تمنا میں جئیں
لطف منزل نہ سہی حسرت منزل ہی

❖
بھریں گل ہائے حسرت ہی سے دامن تمنا کو
جو آنکھیں ہیں بہر سیر گلزارِ محبت میں

❖
سراپا غم و سوز و حسرت ہوں لیکن
وہ آئیں گے جب مسکراتا پڑے گا

❖
کچھ زندگی نے ہم کو دیئے ہر قدم پہ غم
کچھ آپ حسرتوں سے میری کھیلنے رہے

❖
حسرتیں دل کی پوری نہیں ہونے پاتیں
خواب بننے نہیں پاتا کہ بکھر جاتا ہے

❖
ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کہ دستِ ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل میں حسرتیں کہ نشاںِ قضا نے مٹا دیا

ہم وفا کے بعد کچھ حال جفا کہتے نہیں
جس کو اچھا کہہ چکے اس کو برا کہتے نہیں

حال



حال ہمارا پوچھا ہم سے چلتے چلتے تو نے بھی
سیکھ لئے ہیں بیگانوں کے طور طریقے تو نے بھی



جن کی ہمیں تھی آس کہ پوچھیں گے حالی دل
وہ بھی تھے بے قرار مگر دیکھتے رہے



اُس نے اچھا ہی کیا حال نہ پوچھا دل کا
بھڑک اٹھتا تو یہ شعلہ نہ دبایا جاتا



اُن کو ہے پاس وفا بھی اور غرور حُسن بھی
باوجود ضبط حال دل چھپا نہیں سکتے



ہزار بار سنا تم نے حال زار میرا
مگر زباں سے نکلا نہ اک بار افسوس



حسرتوں کی چاندنی غم کی شفق یادوں کی بو
ایک ہی تصویر میں وہ کتنے رنگ بھرتے گئے



پھول تو سب ہی سجاتے ہیں حسرت ہے مگر
دل کے ٹکڑوں سے تیری راہ کو گلزار کروں



کچھ زندگی نے ہم کو دیئے ہر قدم پہ غم
کچھ آپ حسرتوں سے میری کھیلتے رہے



وہ نظریں اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے کسی کو
جب تک میری حسرت کی نظر یاد رہے گی



❖
دل کا یہ حال ہے دھڑکے ہی چلا جاتا ہے
ایسا لگتا ہے کہ کوئی جرم ہوا ہے مجھ سے

❖
ہزار آنکھوں پہ خوابوں نے دستکیں دی تھیں
مگر وہ حال تھا دل کا کھلا نہ کرتا تھا

❖
ہمدردیوں کی بھیک سی دینے لگے ہیں لوگ
یوں اپنے دل کا حال نہ سب سے کہا کرو

❖
اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

❖
حالِ دل تمہیں کیا بتائیں کہ بس
اب تو تمہیں دیکھنے کی اُمید باقی ہے

❖
یہ جان کر بھی کہ دونوں کے راستے تھے الگ
عجیب حال تھا جب اس سے ہو رہے تھے جدا

❖
رنگِ خوشبو سے جدا ہو تو بکھر جاتا ہے
دیکھنے والے میرے حال پہ حیران نہ ہو

❖
کہوں کیا حال دل اپنا کہ جو صدمے گزرتے ہیں
کبھی فرصت میں سُن لینا بڑی ہے داستاں میری

❖
میرے حال دل پہ وہ روئے مجھے پاس جب بلا کر
میرا عمر بھر کا رونا میرے کام آ گیا ہے

❖
ناچیز آنسوؤں کی اللہ رہے قدر و قیمت
ہم حال کہہ رہے ہیں وہ مسکرا رہے ہیں

❖
شریکِ حیات دنیا میں نظر آتا نہیں کوئی
فقط ایک نیکی ہے جس کو ہم اپنا سمجھتے ہیں

❖
دلوں کی وادیاں ہر حال میں آباد رہتی ہیں
سہارے ٹوٹتے بھی ہیں سہارے مل بھی جاتے ہیں

❖
تیری نگاہ سے کوئی گلہ نہیں اے دوست
تیری نگاہ کے قابل ہمارا حال نہیں

❖
پھول سے رنگ جدا ہو تو بکھر جاتا ہے
دیکھنے والے میرے حال پہ حیران نہ ہو

❖
بقدر غم کوئی پُرساں حال بھی نہ ملا
بھر آئی آنکھ جہاں کوئی غم گسار ملا

❖
تاثر انتظار نے یہ حال کر دیا
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر دیکھتے نہیں

❖.....❖.....❖

خوشبو

چھوڑ جاتے ہیں مکیں اپنے بدن کی خوشبو
گھر کی دیواروں سے ایک بار لپٹ کر دیکھو

❖
آپ نے پیار سے دیکھا تو ہے مجھ کو لیکن
بات یہ پھیل نہ جائے کہیں خوشبو کی طرح

❖
ایک خوشبو کی لُغت میں نہیں جس کا کوئی نام
اس کی قربت کا یقین غیر شعوری سی مہک

❖
تیرے وجود کی خوشبو پہ دو جہاں صدقے
تو اپنا قُرب عطا کر مجھے جدائی نہ دے

❖
جو لیتا ہوں گلاب دست سے اس چشم کی خوشبو
کسی کا ہاتھ میرے ہاتھ پہ محسوس ہوتا ہے

❖
تری خوشبو بچھڑ جانے سے پہلے
میں اپنے آپ میں تجھ کو سمو لوں

❖
صرف خوشبو کی کی تھی موسم گل میں قاتل
ورنہ گلشن میں کوئی پھول مرجھایا نہ تھا

❖
آخر کو روح توڑ ہی دے گی حصارِ جسم
کب تک اسیر خوشبو رہے گی گلاب میں

❖
سمیٹ لیتی ہے شگفتہ گلاب کی خوشبو
ہوا کے ہاتھ میں ایسا کوئی ہنر بھی نہیں

❖
لئے پھرتی ہے وہ خوشبو دلوں کی
وفا میں فاصلہ سا بڑھ رہا ہے

❖
موسم خشک میں خوشبو کا تصور تو رہے
طاق میں پھول کی تصویر سجائے رکھنا

❖
ہم خوشبو کے سوداگر ہیں اور سودا سچا کرتے ہیں
جو گا ہک پھولوں جیسا ہو ہم بن داموں بک جاتے ہیں

❖
ابھی آوارہ نہ کر اُس کے بدن کی خوشبو
شب مہتاب کو کچھ اور نکھر جانے دے

❖
چڑھے گا زہر خوشبو کا اُسے آہستہ آہستہ
نبھی بھگتے گا خمیازہ پھولوں کے مسلنے کا

❖
لے آئی ہے ساتھ اپنے ترے جسم کی خوشبو
شاید یہ صبا بھی ترے کوچے سے چلی ہے

❖
بشرِ رازِ دل کہہ کر ذلیل و خوار ہوتا ہے
نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے

❖
یہ کن قدموں کی آہٹ سُن رہا ہوں
یہ کس آنچل کی خوشبو آ رہی ہے

❖
خوشبو کا جھونکا لہرایا ہر قریہ شاداب ہوا
وہ جب گھر سے باہر آیا سارا شہر گلاب ہوا

روا داری میں ہی اُس نے خط لکھ دیا ورنہ
پچھڑ کے مجھ سے ذرا بھی تو وہ اُداس نہ تھا

خط

میں بس تو جاؤں ہواؤں میں خوشبوؤں کی طرح
مگر مجھے تو وہ پھولوں میں ڈھونڈنا ہوگا

ہر حرف میں ہے نقش تیرے روپ کا سحر
ہر لفظ تیرے قرب کی خوشبو سے ڈھلا ہے

کون کر سکتا ہے افکار و نظر کو محصور
کام خوشبو کا بکھرنا ہے بکھر جائے گی

مہکی ہے تیرے جسم کی خوشبو جو ہوا میں
دیوانے نکل آئے ہیں خوشبو کی فضا میں

.....

منکر ہے وہی اب میری پہچان کا محسن
اکثر مجھے خط خون سے لکھتا تھا جو اک شخص

اُس نے پیام بھیجے تو رستے میں رہ گئے
ہم نے جو خط لکھے وہ ہوا برد ہو گئے

بڑھا رہی ہیں میرے دکھ نشانیاں تیری
میں تیرے خط تیری تصویر تک جلا دوں گا

اُس نے کہیں پہ حرف تسلی بھی لکھا ہو
پڑھتے ہیں اس امید پر ہم بار بار خط

کتنے خط آ گئے شاخ پر پھولوں کی طرح
آج دریا میں چراغوں کے سفر یاد آئے



پھڑ کر خط بھی نہ لکھے اُداس یاروں نے
کبھی کبھی کی ادھوری سی ملاقات سے بھی گئے



وہ بھی شاید رو پڑے ویران کاغذ دیکھ کر
میں نے اُس کو آخری خط میں لکھا کچھ بھی نہیں



پھر وہی زخم اُبھر آئے جو بھر آئے تھے
آج بوسیدہ سے کچھ خط جو رسالوں میں ملے



تیرے لکھے ہوئے بے نام خطوں کی خوشبو
جانے پھر مجھ کو اُڑائے لئے جاتی ہے کہاں



مٹ چلے میری اُمیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تری خوشبو نہ گئی



ہمارے پاس اُن کے بہت سے خطوط ہیں
ہر ایک خط میں لکھا ہے پڑھ کر جلا دینا



روشن روشن اُجلے اُجلے خط اس کے آتے ہیں
جتنے لفظ بھی ہوں کاغذ پر سب بن جاتے ہیں



بادل گھرے تو میں نے تیرے خط اٹھا لئے
پھر چینی درپچوں پہ برسات رہ گئی



قاصد کے آتے خط اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں



خط ایسا لکھا ہے کہ نگینے سے جڑے ہیں
وہ ہاتھ کہ جس نے زیور نہیں دیکھا



خون سے لکھے ہوئے الفاظ کیوں نہ چیتے
دوستو اُس نے جلائے تھے میرے خط پھاڑ کے



لے کے خط اُن کا کیا ضبط بہت کچھ لیکن
تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں نے بھرم کھول دیا



❖
اُن کو دے آئے خود اپنی محبت کے خطوط
نغمساروں کی ذرا نامہ بری تو دیکھو

❖
چاند سے کوئل پھول سے نزل لہجوں میں
اُس کو میں نے خط لکھے ہیں رات گئے

❖
کمرے میں چھپ کے اُس نے جلایا تھا میرا خط
پھر راکھ سارے شہر میں کیسے بکھر گئی

❖
اُس نے بھیجا ہے مجھے میری محبت کا خراج
جا بجا خط میں ستارے سے نظر آتے ہیں

❖.....❖.....❖

خزاں

کوئی آج تک نہ بدل سکا یہ اصول گلشن زیست کا
وہی پھول خزاں کی نذر ہوا جسے اعتبار بہار تھا

❖
بے ثمر پیڑوں کو چومیں گے صبا کے سبز لب
دیکھ لینا یہ خزاں بے دست و پا رہ جائے گی

❖
یہ ہاتھ چومے گئے پھر بھی بے گلاب رہے
جو رُت بھی آئی خزاں کی سفیر ایسی تھی

❖
کچھ تو برسے میرے آنگن میں خزاں ہی برسے
کھو گئے روٹھ کے موسم میرے خالی گھر سے

❖
آج دیکھا ہے جدائی میں خزاں پوش اُسے
ایک چہرہ جو میری زیست کی رعنائی تھا

❖
نہ خلش جدائی کی ختم ہو نہ حیات گزرے قرار سے
میں خزاں پرست ہوں دوستو مجھے کیا غرض ہے بہار سے

❖
اس تشنگی کے ساتھ کہ اب آئے گی بہار
ہم نے تمام عمر بتا دی خزاں کے سنگ

❖
نکھرا ہوا ہے حُسن تیرے انتظار کا
اب کے خزاں میں رنگ ہے موج بہار کا

❖
خزاں نے کہہ دیا ہنس کر بہارِ گلشن سے
مجھے خبر ہے تیری زندگی طویل نہیں

❖
برگ خزاں جو شاخ سے ٹوٹا وہ خاک تھا
اس جاں سپردگی کے تو قابل ہوا نہ تھی

❖
پشمردگی گل پہ ہنسی جب کوئی کلی
آواز دی خزاں نے تو بھی نظر میں ہے

❖
بدل دیا ہے کچھ اتنا خزاں نے چہروں کو
بہار آئے تو شاید ہمیں نہ پہچانے

❖

❖
آتے جاتے سارے موسم اُس سے نسبت رکھتے ہیں
اُس کا ہجر خزاؤں جیسا اس کا قرب بہاروں جیسا

❖
خزاں ہو سارا وجود لیکن تم چہرہ گلاب رکھنا
تمام تعبیریں اُس کو دینا تم اپنے حصے میں خواب رکھنا

❖
اک سوگوارِ شام خزاں بھی سہی مگر
بکھرے ہوئے گلاب ابھی راستوں میں ہیں

❖
بہار میں جو نکالا ہمیں تو کیا پایا
خزاں میں حال چن تو نے باغباں دیکھا

❖
خزاں میں چاک گریباں تھا میں بہار میں تو
مگر یہ فصلِ ستم آشنا کسی کی نہیں

❖
نہ خزاں میں کوئی تیرگی نہ بہار میں کوئی روشنی
یہ نظرِ نظر کے چراغ ہیں کہیں بجھ گئے کہیں جل گئے

❖

وہ چاند ہم نشیں تھا، تمنا تھی شاد کام
ایک خواب تھا جو غم کے دھندلوں میں کھو گیا

خواب



کون تھا وہ جس کی آنکھوں میں اتر جانے کے خواب
ہم نے دیکھے تھے تو آنکھیں اور ویران ہو گئیں



مجھ کو تنہائیوں میں بھی کیف سکون حاصل ہوا
خیال تیرا خواب کی پرچھائیوں میں بٹ گیا



کرن بہار گھٹا چاندنی گلاب ہوں میں
مجھے نگاہوں میں رکھنا حسین خواب ہوں میں



کیا کیا نہ خواب ہجر کے موسم میں کھو گئے
ہم جاگتے رہے تھے مگر بخت سو گئے



ہم کو گمراہ کئے دیتی ہے امید وصال
خواب کیا آج کوئی ہم نے سہانا دیکھا



ہمیں وہ لوگ خزاں دیدہ ہیں جنہیں ناصر
چمن میں ڈھونڈتی پھرتی ہے بوئے آوارہ



اک عمر کٹ گئی خزاؤں کی دھوپ میں
ہم نکلت بہار سے کم آشنا ہوئے



میں آج تک اس کی رفاقت کے موسموں میں رہی
وہ میری ساری خزائیں گلاب کر کے گیا



خزاں کے ان پتوں سے پوچھے کوئی
وہ تیرے انتظار کا موسم کیا ہوا



✧
 خوابوں کا عکس وقت سحر پھیلتا رہا
 تیری مسافتوں کا سفر پھیلتا رہا
 ✧

✧
 لوگ جی لیتے ہیں سپنوں کے سہارے کیسے
 اپنی آنکھوں میں تو اب خواب اترتے بھی نہیں
 ✧

✧
 تجھ کو کہاں چھپائیں کہ دل پر گرفت ہو
 آنکھوں کو کیا کریں وہی خواب دیکھنا
 ✧

✧
 ٹوٹے کبھی تو خواب شب و روز کا طلسم
 اتنے ہجوم میں کوئی چہرہ نیا بھی ہو
 ✧

✧
 خوابوں کے چاند ڈھل گئے تاروں کے دم نکل گئے
 پھولوں کے ہاتھ جل گئے کیسے یہ آفتاب تھے
 ✧

✧
 کب آنکھوں اور خوابوں کا ہمیشہ ساتھ ہوتا ہے
 اُڑنے کے لئے یہ دنیا آباد ہوتی ہے
 ✧

✧
 اب تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ خواب تھا
 جب ہوئے بیدار ہم آنکھوں میں آنسو آ گئے
 ✧

✧
 کیسے لوگ ہیں جب دھیان میں آ جاتے ہیں
 پھر آنکھوں میں خواب ہی خواب سما جاتے ہیں
 ✧

✧
 شگفتگی نہ تر و تازگی ہے چہروں پر
 یہ کیسے خواب کی دلدل میں ہم اتر آئے
 ✧

✧
 دل میں رہتا ہے مگر آنکھ اُسے ڈھونڈتی ہے
 خواب دونوں کو ملانے کے لئے آئے ہیں
 ✧

✧
 دیکھتے ہوتی ہے کیا تعبیر ایسے خواب کی
 اُڑ گئی وقت کی آنکھوں سے نیند آئی ہوئی
 ✧

✧
 وہ میرے خواب جنہیں تو نے قتل کر ڈالا
 وہ سارے خواب میری چشم تر میں زندہ ہیں
 ✧

خیال

اٹک چکے سے بھگو دیں گے تمہارا دامن
جب تمہیں میری وفاؤں کا خیال آئے گا

❖ وہ میری آنکھوں کا تنہا خواب تھا
اُس کے لیکن اور بھی تھے کچھ مکاں

❖ ۱ راز دلوں کے کہہ جاتے ہیں جاگی آنکھوں دیکھے خواب
موسم کے دکھ سہہ جاتے ہیں جاگی آنکھوں دیکھے خواب

❖ پل پل دل میں بسنے والے لوگ افسانے ہو جاتے ہیں
آنکھیں بوڑھی ہو چکی ہیں خواب پرانے ہو جاتے ہیں

❖ ۲ میں اپنے خواب اتارے جا رہا ہوں سادہ کاغذ پر
کوئی تصویر ملتی ہی نہیں تیری شبابت سے

❖.....❖.....❖

❖ یادوں کے خیاباں میں نیا پھول کھلا ہے
تجھ جیسا کوئی آ کے خیالوں میں بسا ہے

❖ آیا ہی تھا خیال کہ آنسو نکل پڑے
آنسو بھی تیری یاد کے کتنے قریب تھے



بے خیالی میں اندھیروں سے نہ ٹکرا جاؤں
رہے ہاتھوں میں کوئی ہاتھ سحر ہونے تک



جس میں تیرے خیال کا ذرا شائبہ نہ ہو
میں اپنے اس خیال کی آنکھیں نکال دوں



بے خیالی کا بڑا ہاتھ ہے رسوائی میں
آپ سے بات کریں گے کبھی تنہائی میں



تیری بے رخی سے اکثر یہ خیال دل میں گزرا ہے
تیری آرزو نہ کرتے تیری آرزو نہ ہوتی



تو کس خیال میں ہے منزل کے شیدائی
انہیں بھی دیکھ جنہیں راستے میں نیند آئی



آیا ہے نیا سال دل میں آئے خیال کئی
جو گزر چکے انہیں بھول جاؤں میں سجا کے ترنگ نئی



تیرے خیال کو دل سے بھلا نہیں سکتا
میں اتنے پاس آ کر دور جا نہیں سکتا



میں نے برسوں تیری یادوں کا سہارا لے کر
تجھ کو پوجا ہے خیالوں کے صنم خانے میں



تیرے خیال سے لو دے اٹھی ہے شب تنہائی
شب فراق ہے یا تیری جلوہ آرائی



دل میں تیرا خیال تیری جستجو تو ہے
ملنا تیرا محال مگر آرزو تو ہے



پھر خلوت خیال میں بیٹھا ہوا ہے وہ
عارض میں شمع کا شعلہ لئے ہوئے



خیال آیا جو پچھڑی ہوئی رفاقت کا
الجھ کے رہ گئیں بالوں میں انگلیاں اس کی



خواہش

تیرے پاس آ کے تیرے لمس کی خواہش میں جلتا ہوں
گلاب ایک اور ہی کھلتا ہے رنگوں کی تمازت سے



یوں بھی رسوا تھی بہت خلوتِ دل کی خواہش
تیری چاہت نے کیا اور نمایاں مجھ کو



خواہشیں دل کی دل ہی میں رہ جاتی ہیں
سنے بنتے بھی نہیں کہ بکھر جاتے ہیں



خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اس بُت بیداد گر کو میں



پانیوں پہ لکھتے تھے خواہشوں کی تحریریں
وہ بھی ایک سپنا تھیں میں بھی ایک سایہ تھا



میری ہر خواہش کو نذر بے رخی کرتے رہے
زندگی بھر وہ رقیبوں کی خوشی کرتے رہے



چاہے پتھر پہ ابھر آئے میری سوچ کا نقش
کوئی تصویر تو ہے میرے خیالوں جیسی



خیال کو کسی آہٹ کی آس رہتی ہے
نگاہ کو کسی صورت کی پیاس رہتی ہے



نہ جانے کیوں تم پر بڑا بھروسہ ہے
خیال رکھنا کہ قائم یہ اعتبار رہے



وہ دور ہو تو بجا ترکِ دوستی کا خیال
وہ سامنے ہو تو کب اختیار اپنا ہے



❖
اُس کی آنکھوں میں کوئی بات نہ تھی
جس کے دل میں تھیں خواہشات بہت

❖
ہر طرف ٹوٹے پڑے ہیں خواہشوں کے آئینے
پھر بھی طالبِ وقت کے احساس کا تشنہ ہوں میں

❖
منڈلا رہی ہیں پھولوں پہ خوش رنگ تتلیاں
جاگی ہیں دل میں خواہش پھر تیری دید کی

❖
کیسی آس کیسی اُمید کیسی خواہش تم سے کی
تم سے تنہی کو مانگ کر ہم نے کیا جرم کیا

❖
صحرا ہے کڑی دھوپ ہے لو چلتی ہے پھر بھی
ساوَن کی تمنا ہے نہ برسات کی خواہش

❖
کیسی کیسی خواہشیں مجھ سے جدا ہوتی گئیں
کس قدر آباد تھا اور کتنا تنہا رہ گیا

❖
ناظر بہت سی خواہشیں ہیں دل بے قرار میں
لیکن کہاں سے لاؤں وہ بے فکرِ زندگی

❖
ہر گھڑی ہے حادثوں کا ایک نیا ہی سلسلہ
لڑکھڑاتی خواہشوں کا کارواں ہے زندگی

❖
ٹوٹے ہیں کیسے خواہشوں کے آئینے کو دیکھ
پلکوں کی تہہ میں بکھری ہوئی کرچیوں کو دیکھ

❖
خلوص کے سادہ لوح سینے میں دل کے زخموں کو پال رکھنا
پرانی خواہشوں کو قتل کر کے نئی تمنا بحال رکھنا

❖
اگر سکون کی خواہش ہے پھر تو عادلِ تم
دکھوں کے سات سمندر ہیں پار کر جاؤ

❖
مجھ سے بچھڑ کر تو بھی روئے گا عمر بھر
یہ سوچ لے کہ میں بھی تری خواہشوں میں ہوں

خلوص

یوں تو میرے خلوص کی قیمت بھی کم نہ تھی
کچھ کم شناس لوگ تھے دولت پہ مر گئے



خواہشوں کے زہر میں اخلاص کا رنگ گھول کر
وہ تو پتھر ہو گیا، دو چار دن بھول کر



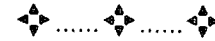
چارہ گر تو نے بہت دیر کی آتے آتے
اب تو ہوتی ہی نہیں خواہش درماں مجھ کو



ہزار چاہوں مگر یہ نہ کہہ سکوں گا کبھی
کہ رات رونے کی خواہش تھی اور رو نہ سکا



بہت دنوں سے تمہیں دیکھنے کی خواہش ہے
یہ بات دل میں ہے لب پر مگر آتی نہیں



اے دل تیرے خلوص کے صدقے ذرا سا ہوش
دشمن ہیں بے شمار یادوں کے شہر میں



پایا کسی نے کچھ کوئی کھوتا رہا بہت
موتی خلوص کے میں پروتا رہا بہت



حسن تحریر سے بڑھ کر ہے تیرے دل کا خلوص
خط کا ہر لفظ محبت کا پتہ دیتا ہے



دامانِ آرزو پہ جلے حسرتوں کے دیپ
شاید میرے خلوص میں ہی کچھ کی رہی



بڑے وثوق سے دیتے ہیں لوگ ہم کو فریب
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں



اجاب کو رہی میرے عیبوں کی جستجو
میں پُر خلوص ان کے ہنر تولتا رہا



میں تجھ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر خود بھی کھو گیا
تو بھی کبھی خلوص سے مجھ کو تلاش کر



میری وفا کا اور بھی الٹا اثر ہوا
گویا میرے خلوص کا کوئی ثمر نہیں



بڑے خلوص سے مانگی تھی روشنی کی دُعا
بڑھا کچھ اور اندھیرا چراغ جلنے سے



میں سوچتا ہوں یہ بھی فریب خلوص ہے
کرتا ہے بات ہنس کے جو کوئی کسی کے ساتھ



کتنا مشکوک ہے اس دور میں یادوں کا خلوص
کتنی ظالم ہے غرض کی یہ دکھتی ہوئی آگ



طوفاں کی اس ادا میں بھی کتنا خلوص تھا
ساحل تک آ گیا ہے مجھے ڈھونڈتا ہوا



دل میں نہ ہو خلوص تو قربت کی بات کیا
اتنا ملو کہ مل کے بھی کچھ فاصلہ رہے



وہ ایک شخص کہ میرا نہ بن سکا ناصر
خلوص و مہر کا پیکر دکھائی دیتا ہے



تیری باتوں میں الجھن تیری باتوں میں خلوص
کس طرح تیری طبیعت سے ملاؤں خود کو



تم نے ہی دستِ شوق بڑھا کر ہٹا لیا
ورنہ خلوص میں تو ہمارے کمی نہ تھی



اس پُرسشِ غم پہ تو آنسو نکل پڑے
کیا تو وہی خلوصِ سراپا ہے آج بھی



دکھلا کے اک جھلک مجھے دیوانہ کر گیا
جانے وہ کون شخص تھا، جانے کدھر گیا

دیوانہ



اس کی جانب سے کوئی پیغام اب آنے کو ہے
حال دل معلوم میرا میرے دیوانے کو ہے



پس دیوار میری کون کھڑا ہے تنہا
ساقیا دیکھ کے لگتا کوئی دیوانہ ہے



اے چاند سی حسینہ روٹھ کر مجھ سے نہ جا
دیوانہ ہو جائے گا زلفی تیرے بغیر



خلوتوں میں روئے گی چھپ چھپ کے لیلائے غزل
اس بیاباں میں نہ اب آئے گا دیوانہ کوئی



زندگی کے دیوانو! سوئے کر بلا دیکھو
عشق کس سلیقے سے زندگی میں ڈھلتا ہے



خلوص دوست داری نے ہمیں جو دن دکھائے ہیں
ہمیں اُن کا خیال آتا ہے لیکن تم سے کم لوگو



تیرے خلوص نے برباد کر دیا ہے اے دوست
فریب کھاتے تو اب تک سنبھل گئے ہوتے



زباں پہ حرف خلوص اور دل میں زہر نفاق
یہ دوستی ہے تو پھر اور دشمنی کیا ہے



ہونے لگے ہیں گھر میں بھی سودے خلوص کے
جو چیز کاروبار ہے بازار تک رہے



❖
 کوئی تو بات ہے ورنہ یہ تیرے دیوانے
 تجھے بھلا کے تیرا انتظار کیوں کرتے
 ❖

جلے گا آگ میں اپنی بجھا دیں وہ چراغوں کو
 کہ جلنا کام ہے دیوانے کا دیوانہ نہ بدلے گا
 ❖

ہمارے بعد کوئی بت شکن نہ آئے گا
 کہاں سے لائے گی دنیا ہم ایسے دیوانے
 ❖

ہمیں یہ فکر اُن کی انجن کس حال میں ہوگی
 انہیں یہ غم کہ اُن سے چھٹ کے دیوانے پہ کیا گزری
 ❖

دیوانہ کہیں کر دے نہ موسم کا چلن پھر
 نازک ہے خیالوں سے لمحات کی دُنیا
 ❖

دیوانہ وار آپ کا ملنا وہ بار بار
 تھا وقت سازگار ابھی کل کی بات ہے
 ❖

❖
 پھول کی چوٹ بھی دے جائے جیسے زخمِ وفا
 ایسے دیوانے پہ کیا سنگ اٹھائے کوئی
 ❖

اس قدر عشق جنوں خیز کہاں ہوتا ہے
 کچھ اثر موسم گل کا بھی ہے دیوانوں پر
 ❖

گر شدتِ غم سے گھبرا کر آ جاؤں تمہاری محفل میں
 اخفائے محبت کی خاطر کہہ دینا کوئی دیوانہ ہے
 ❖

دیوانے پن سے کم نہ تھی کچھ اپنی جستجو
 اس بے وفا جہاں میں وفا ڈھونڈتے رہے
 ❖

ہم جب بھی دل زار کا افسانہ کہیں گے
 کچھ لوگ یقیناً ہمیں دیوانہ کہیں گے
 ❖

بجوں کی شرط اول ضبط ہے اور ضبط مشکل ہے
 جو دامن چاک کرے اس کو دیوانہ نہیں کہتے
 ❖

دُنیا کو جہاں داغ نظر آتے ہیں دل میں
اس دل میں کئی زخم تمہارے بھی ملے ہیں

دُنیا

اُن کی دنیا میں تو ایسے ہزاروں ہیں شکیل
تم ہی پاگل تھے جو اُن کو پا کر اترانے لگے

اب خوشی کی کوئی بات نہ سوچے دنیا میں
اب یہ عالم ہے کہ کچھ غم بھی مزہ دیتے ہیں

دنیا نے بے شمار عدم کو دیئے ہیں رنج
اے دوست تو بھی چیز کوئی یادگار دے

دنیا کی الجھنوں سے فراغت اگر ملی
روئیں گے ہم لپٹ کے تیرے پیرہن کیساتھ

ہمیں دنیا جو دے گی وہی لوٹائیں گے اس کو
یاد رکھا دنیا داری کو اور محبت بھول گئے

افس کئی نہ زیت کی لمبی اُداس راہ
پیہم کس کی یاد میں دیوانہ ہو گئے

کیوں ہاتھ میں تیرے مجھے پتھر نظر آیا
دیوانہ اگر تھا تو میں غیروں کے لئے تھا

غزلاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

آج پھر ٹوٹیں گی میرے گھر کی نازک کھڑکیاں
آج پھر دیکھا گیا دیوانہ تیرے شہر میں





مل نہ سکا اگر دل کو پیار تمہارا
آنا پڑے گا مجھ کو دنیا میں دوبارہ



یہ دنیا ہے جہاں باتیں بنانا سب کو آتا ہے
ہزاروں پیار کرتے ہیں بھانا کس کو آتا ہے



آندھیاں بن کے چراغوں کو بجھانے والو
تم کہاں جاؤ گے دنیا میں اندھیرا کر کے



تیرے ہوتے ہوئے آ جاتی تھی دنیا ساری
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا



تمہارا حق تمہیں خود بڑھ کے دے دے
یہ دنیا اتنی دیوانی نہیں ہے



وصل کے بعد تنہائی کی بھی اک دنیا ہے
لوگ آغاز گو دیتے ہیں انجام کا نام



وہ محفلوں کی جان ہے دنیا کے واسطے
مجھ سے وہاں ملا تھا جہاں کوئی بھی نہ تھا



میری دنیا میں کسی روز سویرا ہوتا
تو کسی روپ میں آتا اور میرا ہوتا



غم جو ملے تھے ہم کو ہمارا نصیب تھا
دنیا نے ان کو اور بھی ناسور کر دیا



رفتہ رفتہ زیت ہمیں لے آئی ایسے دور ہے پر
یاد رکھا دنیا داری کو اور محبت بھول گئے



غیروں سے التفات پہ ٹوکا تو یوں کہا
دنیا میں بات بھی نہ کریں کیا کسی سے ہم



کچھ اور کر لو ہمیں گوارا کے دوستو
ہم جیسے لوگ پھر کہاں دنیا میں آئیں گے



داغ

پچھڑ کے تجھ سے میرے دوست دل کے داغ جلے
نفس نفس میں تیری یاد کے چراغ جلے



سراغ جن کے لائے تھے زیر مزار ہم
احساں جتا رہے ہیں دو پھول ڈال کے



شع نظر خیال کے انجم جگر کے داغ
جتے چراغ ہیں تیری محفل سے آئے ہیں



ہمارے غم کدہ دل میں آئیے تو سہی
چراغ دل جلانے ہیں روشنی کے لئے



ہم کو تو داغ دل کے سوا کچھ نہ مل سکا
ان بستیوں میں پیار کسی کو مگر ملے



غضب ہے داغ کے دل سے تمہارا دل نہیں ملتا
تمہارا چاند سا چہرہ ماہ کامل سے ملتا ہے



بُت - تو دنیا نے بہر حال تراشے لیکن
سر جھکانے کے نہ آئے کبھی آداب مجھے



کتنی عجب شے ہے محبت کی سادگی
دنیا سے کر رہا ہوں تیری شکایتیں



اپنی باتوں میں بھی اب تک وہ آیا نہیں
ہم دنیا بھر کی باتوں میں آ جاتے ہیں



کچھ مضطرب سی عشق کی دنیا ہے آج تک
جیسے کہ حسن کو نہیں دیکھا ہے آج تک





جلا کے دل کا لہو ان کو تازگی دی ہے
جگر کے داغ نہیں ہیں یہ انتظار کے پھول



ہم پھول ہیں اوروں کے لئے لائے ہیں خوشبو
اپنے لئے لے دے کے بس اک داغ ملا ہے



جن کے چہرے ہوں چاند کی صورت
اُن کے دل میں بھی داغ ہوتے ہیں



تمہاری بزم میں دھندلی سی روشنی کی ہے
دلوں کے داغ، چراغوں کے روبرو تو نہیں



زیست سے تنگ ہوا ہے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں



نگاہ پڑتی ہے جس وقت دل کے دائیں پر
تو ایک دوست کے احسان یاد آتے ہیں



ہوش و حواس تاب و توان سب جا چکے ہیں داغ
اب ہم بھی جانے والے ہیں سہمان تو گیا



یا رب لٹے نہ دل سے کبھی داغ آرزو
ٹھنڈا نہ ہو چراغ شب انتظار کا



ہر داغ تمنا ہے شکول غم سہتی
آہوں سے شکایت ہے تاثیر گداگر کو



مجھ کو بھی جتو ہے تیری طرح قمر
اک بیوفا کے دل میں چھپائے ہزاروں داغ



ہم اسیروں کے لئے یوں بھی قیامت ہے بہار
چاندنی ہو تو یہ داغ اور ابھر جاتے ہیں



ہر اک داغ تمنا کو کیلجے سے لگاتا ہوں
کہ گھر آئی ہوئی دولت کو ٹھکرایا نہیں جاتا



اُس کو نہ پاسکے تھے جب دل کا عجیب حال تھا
اب جو پلٹ کے دیکھئے بات تھی کچھ محال بھی

دل



راز دل لب پہ عیاں ہو یہ ضروری تو نہیں
دل جلے اور دھواں ہو یہ ضروری تو نہیں



دل بے حوصلہ ہے اک ذرا سی ٹھیس کا مہماں
وہ آنسو کیا پئے گا جس کو غم کھانا نہیں آتا



دل وہ کیا جو ترا لذت کش آزار نہ ہو
آنکھ وہ کیا جو تیری طالب دیدار نہ ہو



جس کو دیکھو اس کے دل میں شکوہ ہے تو اس کا ہے
ہمیں تو سب کچھ یاد رہا پر ہم کو زمانہ بھول گیا



فریب ہم کو نہ کیا کیا اس آرزو نے دیئے
وہی تھی منزل دل جہاں سے ہم لوٹ آئے



مشام جان معطر ہے ترے تصور سے
میں اپنے دل کے ہر اک داغ کو گلاب کروں



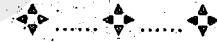
آپ کے سر کی قسم داغ کو پرواہ بھی نہیں
آپ سے ملنے کا ہوگا جسے ارمان ہوگا



بھگی جو رات جل اٹھے حسرت کدے کے داغ
ہم وادی بہار چراغاں میں آ گئے



وہ تیری یاد کا اک زخم بھر گیا لیکن
کبھی جو مٹ نہ سکے وہ داغ چھوڑ گیا





اس کا رونا نہیں کیوں تم نے کیا دل برباد
اس کا غم ہے کہ بہت دیر میں برباد کیا



ٹوٹا دل کا کوئی ایسی نئی بات نہیں
توڑنے والے تیری خیر پریشاں کیوں ہے



میں کس سے ملوں کوئی بھی دل کو بھاتا نہیں
یہ زندگی اب اپنی دورا ہے پہ کھڑی ہے



خلوص دل سے نبھائیں جو کوئی عہد کریں
یہ لوگ کیسے زمانے تلاش کرتے ہیں



دقوں اُن کو فقط اُن کو ستانے کے لئے
گیت گائے دل آشفته نوانے اے دوست



دل گوارہ نہیں کرتا ہے شکست اُمید
ہر تغافل پہ نوازش کا گماں ہوتا ہے



تنہا کوئی ملے تو کریں دل کی بات بھی
ہر آدمی کے ساتھ ہے سایہ لگا ہوا



اب وہ طوفان ہے نہ شور ہواؤں جیسا
دل کا عالم ہے تیرے بعد خلاؤں جیسا



دل سا بھی کوئی دوست کہاں مجھ کو ملے گا
جلتا ہے میرے ساتھ سلگتا ہے میرے ساتھ



دل لگایا آپ نے غیروں سے یہ اچھا کیا
ہاں زمانے سے وقار دوستی جاتا رہا



کون بتائے کیا ہے حقیقت اور بنا افسانہ کیا
دل کی بستی کیا بستی ہے بسا کیا لٹ جانا کیا



میں ہر ایک دل کی سلگتی ہوئی چنگاری ہوں
راکھ اپنی ہی کریدے گا جو چھیڑے گا مجھے



عشق ہماری بربادی کو دل سے دعائیں دیتا ہے
ہم سے پہلے اتنا روشن نام نہ تھا رسوائی کا

دُعا



لب کھول کے ہم لوگ پشیمان ہوئے ہیں
سُنتے تھے کہ ہوتا ہے دعاؤں میں اثر بھی



ہم سا بھی مسافر کبھی دیکھا ہے کسی نے
لُٹ جائے مگر رہبر منزل کو دُعا دے



ہم بے گھر بے در لوگوں کو ایک دعا بس ایک دعا
ملک شہر گلاب سلامت ہم پہ آئے جو بھی عذاب



تجھ سے ملنے کی دُعا لب پہ نہ آ جائے کہیں
چاند کو دیکھ کر یوں آنکھ بچائی ہم نے



جاتے ہیں خدا حافظ ہاں اتنی گزارش ہے
جب یاد ہم آ جائیں ملنے کی دُعا کرنا



الہی بھیج دے ایسے میں جان تمنا کو
سکوتِ شب کا سناٹا ہے اور دل کی کہانی ہے



وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ نہیں ہوتی
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی



دل اپنی دھڑکنوں کو چھپا جائے کس طرح
پہلے پہل کا خط لکھا جائے کس طرح



بھرنے کو تری مانگ میں زرتاب کھکشاں
میں اپنے دل کو درد سے بھرتا چلا گیا





ہر زباں پر اپنی خواہشوں کا درد تھا
کب یہاں کوئی اٹھا دستِ دعا میرے لئے



پھر اُس کے بعد نہ فرمت مجھے ملے شاید
اٹھے ہیں ہاتھ میرے آخری دعا کے لئے



اس قدر ظرف تو رکھتے ہیں زمانے والے
زندگی چھین کر جینے کی دعا دیتے ہیں



وہ دل ہی کیا جو تیرے ملنے کی دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے



کہتے ہیں کہ مل جاتی ہے ہر چیز دعا سے
ایک روز تمہیں مانگ کے دیکھیں گے خدا سے



وہ مفلسی تھی کہ اکثر گداگروں کو ندیم
کسی نے کچھ نہ دیا شہر میں دعا کے سوا



ہم نے مانا کہ مقبول دعائیں ہوں گی
ہم کہاں ہوں گے دعاؤں کا اثر ہونے تک



کون بہتے ہوئے اشکوں پر نظر رکھتا ہے
لوگ ہنستے ہوئے چہروں کو دعا دیتے ہیں



آئے گا خود اثر ہی دعاؤں کو ڈھونڈتا
دل کا بھی کچھ لگاؤ رہے چشمِ غم کے ساتھ



سنا ہے اُس کو محبت دعائیں دیتی ہے
جو دل پہ چوٹ بھی کھائے مگر گلہ نہ کرے



ہر دعا ہے مرے ہاتھ کے چراغ کی لو
تیری حیات کی تاریکیاں فنا کر دے



دعا بھی صرف عزائم کا ساتھ دیتی ہے
دوائے درد بھی ڈھونڈو فقط دعا نہ کرو



❖
میری دُعا ہے مناؤ ہزاروں عیدیں تم
مستوتوں کی تمہیں ہر گھڑی مبارک ہو

❖
میرے شعور نے مجھ کو یہ شرف بخشا ہے
میں زخم زخم ہوں پھر بھی دعا کیں دیتا ہوں

❖
کس قدر نادم ہوا ہوں میں بُرا کہہ کر اُسے
کیا خبر تھی جاتے جاتے وہ دُعا دے جائیگا

❖
اے حُسنِ پشیمان میری آہوں سے نہ گھبرا
ہر آہ تیرے حق میں دعا ہو کے رہے گی

❖.....❖.....❖

رُخسار

فصلِ گلِ اب کے اس انداز سے آئی شاعر
خون میں ڈوب گئے پھول بھی رخسار کے ساتھ

❖
دونوں ہاتھوں سے چھپائے ہوئے ہو جو رخساروں کو
کس طرح بھانپ لیا، تم نے ارادہ میرا

❖
تیرے رخسار کے پرتو سے نمایاں ہے سحر
رات حصہ ہے تیری زلف کی پرچھائیں کا

❖
بات کرتے ہیں پھر حاشیے رخساروں پر
دل کے جذبوں کو کبھی جو ترجمان نہیں ملتا

❖
✓ خود اپنے درد کی آواز سنتا رہتا ہوں
تصور لب و رخسار چنتا رہتا ہوں

❖
انسان سے محبت کی سزا کتنی بڑی ہے
نفرت کے طمانچے میرے رخسار تک آئے

شعلہ حسن سے جل جائے نہ چہرے کا نقاب
اپنے رخسار سے پردے کو ہٹائے رکھنا

ترے رخساروں کو دیکھ کر پھولوں نے بھی کہا
بس ہم ہی بد صورت ہیں اس دنیا میں

جانے کیوں آپ کے رخسار مہک اٹھتے ہیں
جب کبھی کانا میں چپکے سے کہا عید کا چاند

آتش غم تو سلگتی ہے ہمارے دل میں
آج کیوں آپ کے رخسار تک آ پہنچی ہے

اشک رخسار پر ڈھلکے تو ہے اک قطرہ آب
در پلکوں پہ جو چمکتے تو گہر ہوتا ہے

چھیڑ کی اُن سے ہوا کے تیز جھونکوں نے مگر
ہم ترستے رہ گئے اُن کے لب و رخسار کو

پونچھو نہ عرق رخساروں سے رنگینی حسن کو بڑھنے دو
کسنتے ہیں کہ شبنم کے قطرے پھولوں کو نکھارا کرتے ہیں

رخسار کے دہکتے رنگ محل ہونٹوں کی مہکتی شادابی
اے زلف بغاوت دیکھ ذرا وہ ہم کو بھلائے بیٹھے ہیں

ہائے وہ زلف کے سائے میں دھکتے ہوئے رخسار
کیاد آتا ہے تیرا حسن سر شام بہت

گل سمائے نہیں جاتے ہیں خوشی کے مارے
جب سے دیکھا ہے تیرے پھول سے رخساروں کو

آتش غم تو سلگتی ہے ہمارے دل میں
آج کیوں آپ کے رخسار تک آ پہنچی ہے

وقت کے ظالم طمانچے پہ در پہ پڑتے رہے
بے حمیت زندگی رخسار سہلائی رہی

آنکھوں نے خطا کی تھی آنکھوں کو سزا ملتی
دن رات تڑپنے کی کیوں دل نے سزا پائی

رات

نہ جانے کتنے ستاروں نے رات دم توڑ دیا
بچے ہیں کتنے دیئے اک نئی سحر کے لئے

یہ گمان ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبح فراق
وہل گیا ہجر کا دن آ بھی گئی وصل کی رات

مطرب رنگین نوا کے ساتھ ہوگی نغمہ سنج
کافر ساقی ادا کے ساتھ اٹھلائے گی رات

کہتا ہے آفتاب ذرا دیکھنا کہ ہم
ڈوبے تھے گہری رات میں کالے نہیں ہوئے

نہ ہو سکے جو وہی بات سوچتے رہنا
تیرے وصال کی دن رات سوچتے رہنا

میں بھی دیکھوں گا زمانے کو بہ انداز جنوں
تم بھی شمع لب و رخسار جلا کر دیکھو

دو اجازت تو کیجیے سے لگا لوں رخسار
سینک لوں چوٹ جگر انہیں انگاروں پر

نظر اُس حُسن پر ٹھہرے تو آخر کس طرح ٹھہرے
کبھی جو پھول بن جائے کبھی رخسار ہو جائے

سوچتے ہیں اُسے کس نام سے تعبیر کریں
رنگ آتا ہے جو اُس رخسار پہ حیا سے پہلے

♦.....♦.....♦

♦ موت کے شیدائیوں نے وہ خوشی دیکھی کہاں
زندگی تھی صرف ماتم رو پڑے ہم رات کو

♦ چہرے بچے ہیں تو دل ہیں بچے بچے
ہر شخص میں تضاد ہے دن رات کی طرح

♦ گھنی زلفوں کے سائے میں چمکتا چاند سا چہرہ
بچے دیکھوں تو کچھ راتیں سہانی یاد آتی ہیں

♦ ایسی تاریکیاں آنکھوں میں بسی ہیں کہ فراز
رات تو رات ہے ہم دن کو جلاتے ہیں چراغ

♦ کل رات اُس نے جشن چراغاں کے نام پر
وہ داستاں سنائی کہ دامن بھگو دیے

♦ شب فراق ہے گل کر دو ان چراغوں کو
خوشی کی رات میں کیا کام جلنے والوں کا

♦ سوچنا تم کس طرح کاٹو گے راتیں ہجر کی
بے بسی جب بے کسی محسوس ہوگی سوچنا

♦ ناصر اداسیاں تو رہیں گی یوں ہی برقرار
ڈھلنے لگی ہے رات کوئی گیت سنائیے

♦ اک کرن بھی نہ ملی میرے سیہ خانے کو
میری راتوں سے دبے پاؤں سویرا گزرا

♦ گرتی رہی زمین پہ بے مول رات بھر
شبنم کا رقص پھول کی پتی پہ کم رہا

♦ تیرے سانسوں کی یہ برسات ہے مہکی مہکی
پاس آ جاؤ کہ یہ رات ہے بہکی بہکی

♦ اجڑے گھروں میں دیکھ کے مدھم سی رہی
رات آگئے تھے خواب سے چہرے ہوا کے ساتھ

وہ اور تھے جو گردشِ دوران سے ڈر گئے
ہم رقص کرنے والے ہیں خود زندگی کے ساتھ

رقص



رقصاں ہے رنگ رنگِ خیابانِ زندگی
پہاں کہانیوں میں حقیقت کے پھول ہیں



جو رونق چربی تھے وہ گردش میں آ گئے
کرتے ہیں رقصِ زلف پریشاں کئے ہوئے



ظلمتِ شب سے بہر حال ہم اُلجھے تو سہی
صبح تک رقصِ شر ہو یہ ضروری تو نہیں



جب زخم لگے رقص کے انداز میں تڑپوں
قاتل کی طرف سے یہ ہدایت ہے مجھے بھی



رقص مے تیز کرو ساز کی لے تیز کرو
سوئے میخانہِ سفیرانِ حرم آتے ہیں



کس قدر پاسِ امانت ہے کہ میری خاطر
چاندنی رات بھی ویران ہوئی جاتی ہے



چاندنی رات ملاقات میں دیوارِ بنی
چاند بھی جیسے تیرا چاہنے والا نکلا



نگاہیں مل گئی تھیں میری اُن کی راتِ محفل میں
یہ دنیا ہے بس اتنی بات پھیلی داستان ہو کر



ہم چراغِ شب ہی جب ٹھہرے تو پھر کیا سوچنا
رات تھی کس کا مقدر اور سحر دیکھے گا کون





رقص کرتی ہیں نئی رسمیں میرے تابوت پر
میرے زخموں کا لہو تہذیب کے ماتھے پر ہے



رقص تو ایک تقاضا تھا بلا نوشی کا
کس کو معلوم تھا پیانہ چھلک جائے گا



ساغر میں ترا عکس ہے آج محو رقص
بوتل شراب پی کے ادھر جھومتا ہوں میں



اک طرف وہ زندگی کے ساز پر ہے محو رقص
اک طرف میں غم کی محفل میں سراپا گیت ہوں



میں سر دار عالم رقص کنناں ہوں ایسے
جس طرح شاخ کی سولی پر گل تر ناچے



رات یوں چاند کو دیکھا ہے ندی میں رقصاں
جیسے جھومر تیرے ماتھے پر ہلا کرتا ہے



آنکھوں میں مامتا ہے تو گھگھرو ہیں پاؤں میں
رقاصہ ہے کہیں کہیں مریم کی زندگی



لاشے تڑپ رہے ہیں سر مقتل وفا
بسل کا رقص دیکھ کے شمشیر جل گئی



نہیں جاتے بیابان کو ہمیں زنجیر پہنا دو
کہ دیوانوں سے اب رقص قضا ایسے نہیں ہوتے



بال کس شوخ نے بکھیرے ہیں
رقص میں عنبریں اندھیرے ہیں



میں رقص کرتا رہا ساری عمر وحشت میں
ہزار حلقہ زنجیر بام و در میں رہے



سکیوں کے تال پر ہیں آرزوئیں محو رقص
کس قدر ہے سوز میری زندگی کے ساز میں



لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے یادوں کی روشنی /
تاریک ہو گیا ہے محبت کا یہ سفر

روشنی



اندھیرے مانگنے آئے تھے روشنی کی بھیک
ہم اپنا گھر نہ جلاتے تو اور کیا کرتے



ریشم ہوں روشنی کا ہواؤں میں اڑ نہ جاؤں
تو مجھ کو اپنے لمس کے آئینے میں دے پناہ



تم بھی دینے لگے دنیا کو اندھیروں کا پتہ
روشنی ہم بھی تو تھے ایک زمانے کے لئے



یہ کیا خبر تھی کہ ڈاکہ پڑے گا آنکھوں پر
ہمارے گھر میں ہمیں روشنی نے لوٹا ہے



ملتی ہے مجھ کو اس کی لکیروں میں روشنی
میں جب شفیق دیکھتا ہوں اپنے ہاتھ کو



کیوں مبتلائے غم ہو بھلا بے سبب کوئی
اے آدمی کی ذات خوشی ہے تو رقص کر



رقص میں ہے زندگی اور جوش میں ہے دل کا ساز
کون ہے جو آج یہ مے کی جگہ ساغر میں ہے



مجھے نفرت نہیں ہے پازیب کی جھنکار سے لیکن
ابھی تاب نشاطِ رقص محفل لا نہیں سکتا



کچھ اٹھ کے بگولوں کی طرح ہو گئے رقصاں
کچھ کہتے رہے راستہ ہموار نہیں ہے





پوچھتی ہے دستکیں دے دے کر شوریدہ ہوا
کس کا خیمہ تھا جس میں روشنی پائی گئی



ہو جائیں گے یہ چاند ستارے بھی ہم سفر
جگنوؤں کے روشنی میں سماتے کی بات ہے



وہ وقت بیت گیا زندگی تمام ہوئی
اندھیرے چھانے لگے روشنی تمام ہوئی



ابھی فلک کے اجالوں کا تذکرہ نہ کرو
ابھی زمین ترستی ہے روشنی کے لئے



دک اٹھی ہے یہ رات کی جبین کیسے
یہ روشنی کہیں بجھتے چراغ کی تو نہیں



اتنا سچ بول کہ ہونٹوں کا تبسم نہ بجھے
روشنی ختم نہ کر آگے اندھیرا ہوگا



اب نظام روشنی کی آمد آمد ہے نذیر
روشنی کا منہ اندھیرا دیکھتا رہ جائے گا



جو روشنی میں کھڑے ہیں وہ جانتے ہی نہیں
ہوا چلے تو چراغوں کی زندگی کیا ہے



خود جل کے دے رہا ہے زمانہ کو روشنی
بستی کے جس مکان میں اجالا نہ تھا کبھی



روشنی لے کے وہ آئے گا کبھی گھر میرے
اس اُمید پر دروازہ کھلا رکھا ہے



یہ کس کے عارض روشن پہ زلف برہم ہے
اندھیری رات کا منظر ہے روشنی کم ہے



تیرا فراق ہے سینے میں روشنی کا سبب
تیرے فراق کا داغ اس لئے بھی دھویا نہیں



رعنائی

اُن کے دل ہوتے ہیں زرد پتوں کی طرح
جن کے چہروں پہ نظر آتی ہے رعنائی بہت



روشنی مجھ کو دکھاتے ہیں، تمنا کے سراب
دور احساس کی راہوں پہ چلا جاتا ہوں



کم ہوگی جب چراغِ محبت کی روشنی
دل کو جلا جلا کے اجالا کریں گے ہم



ظلمتِ غم کاٹ دی میں نے یہ سوچ کر ندیم
چادرِ شب میں جا بجا تار ہیں روشنی کے بھی



صہبا وہ روشنی جو بہت مہربان تھی
کیوں میرے راستے میں اندھیرے بچھا گئی



شکستِ دل سے فروزاں ہوئے دل کے چراغ
خزاں بہار کی رعنائیاں بدل نہ سکی



خزاں کے دم سے ہے قائم چمن کی رعنائی
اُڑ ہی جائے اگر مستقل بہار رہے



کتنی دلکش ہیں تیری تصویر کی رعنائیاں
لیکن اے پردہ نشین تصویر پھر تصویر ہے



وہ صبحِ وصال کی رعنائیاں نگاہ میں ہیں
سحر کے رنگ میں اب تک سحر نہیں ہوئی



کیا یہ کم ہے کہ تیرے حسن کی رعنائی سے
میں نے وہ شمعیں جلائی ہیں کہ شہابِ ثار



وہی رعنائی کا عالم ہے وہی جلوے ہیں
موسم گلن تیرے رخسار کا سایہ تو نہیں



زندگی کی ساری رعنائی اسی میں ہے عدم
یار کے وعدوں کی صورت بے وفا ہے زندگی



حسن کو منظور ہے کس درجہ میری خاطریں
شوخیوں میرے لئے رعنائیاں میرے لئے



آج دیکھا ہے جدائی میں خزاں پوش اُسے
ایک چہرہ جو میری زیست کی رعنائی تھا



اس کے لئے نکلیں خزاں کیا بہار کیا
ڈوبا ہوا جو حسن کی رعنائیوں میں ہے



خزاں کے دم سے ہے قائم چمن کی رعنائی
اُجڑ ہی جائے اگر مستقل بہار رہے



موسم گل کی تقسیم بھی حیران کر گئی
زخم پھولوں کو ملے کانٹوں کو رعنائی ملی



دیکھتا ہوں جو گل کی رعنائی
یاد آتا ہے پھول سا چہرہ



یہ عشق محبت یہ بادہ یہ نغمہ
سب اپنے تخیل کی رعنائیاں ہیں



رنگ پھولوں میں نہ تھا کلیوں میں رعنائی نہ تھی
آپ سے پہلے بہار بے خزاں آئی نہ تھی



رعنائی جمال کا پردہ نہیں گیا
وہ سامنے بھی آیا تو دیکھا نہیں گیا



ماہ نو بھی اور دھنک بھی حسن کی رعنائی بھی
ہائے کیا چیز ہے تیری ٹوٹی ہوئی انگڑائی بھی



زخمِ جدائی دھیرے دھیرے بھر جاتے تو اچھا تھا
کاش پھڑ جانے سے پہلے مر جاتے تو اچھا تھا

زخم



اب کے وہ درد دے کہ میں روؤں تمام عمر
اب کے لگا وہ زخم کہ جینا محال ہو



صرف اتنی ہے میرے عشق کی داستان
ایک شخص تھا جو زخمِ شناسائی دے گیا



مرہم کی جگہ بانٹتے پھرتے ہیں نئے زخم
یہ رسم بھی نکلی ہے عجب چارہ گروں میں



سوچا تھا دور جاؤ گے تو بھول جائیں گے
تم سے پھڑ کے زخمِ تمنا ہوا



تیری زیبائی سلامت رہے اے قامتِ دوست
زیب پوشاک رہیں گے میرے زخموں کے گلاب



نہ کھاؤ فریبِ اپنی رعنائیوں کے
کہ قائم ہیں کچھ ہوش جو وادیوں کے



زندگی حُسن ہے رعنائی ہے دلداری ہے
یہ حقیقت میرے خوابوں کی طرح پیاری ہے



رعنائیِ حسن کی ہم اُن کی کیا کہیں
پھول تو پھول غنچے بھی شرما جاتے ہیں



رعنائیِ حُسن کی وہ دھندلی سی تصویر
یادوں کے حاشیوں میں جانے کہاں گئی





بیٹے دنوں نے زخم کریدے ہیں رات بھر
آئی نہ جن کو نیند وہ کیا خواب دیکھتے



آغوش دل میں رکھتا ہوں ایک زخم کامیاب
مجھ پر کرم ہے حسن کی پہلی نگاہ کا



بچھڑا ہے جو ایک بار تو ملتے نہیں دیکھا
اس زخم کو ہم نے کبھی سلتے نہیں دیکھا



درد پھر جاگا پرانا زخم پھر تازہ ہوا
فصل گل کتنی قریب آئی اندازہ ہوا



زخم تنہائی میں خوشبوئے حنا کس کی تھی
سایہ دیوار میرا تھا صدا کس کی تھی



اے نکاش تجھے ایسا زخم جدائی دوں
جب ٹیس کوئی چمکے تجھ کو دکھائی دوں



پھولوں سے زخم کھائے تو کانٹوں سے سی لئے
یہ بھی رونگری کی انوکھی مثال ہے



تجھے دکھاؤں گا وہ زخم جو دل پر لگے
عزیز از جان کچھ آساں نہیں وفا کرنا



ایک ہی زخم کو بارش نے ہرا رکھا ہے
پیڑ پر نام تو لکھے گئے اس نام کے بعد



درد کے موسم میں بھی رکھا بہاروں کا بھرم
زخم تازہ ہو گئے دل میں کوئیل کی طرح



سمت کہو اے لوگو زخم پہ مرہم رکھنے کے لئے
یہ زخم تو میرے محبوب کے عطا کردہ ہیں



جدائیوں کے زخم دور زندگی نے بھر دیئے
تجھ کو بھی نیند آگئی مجھ کو بھی صبر آ گیا



زلف

قسموں کو توڑنے کی تو نیت نہ تھی
زلفوں کو رُخ پہ دیکھ کر نیت بدل گئی

لب پر سجائے تھے یونہی اجنبی سے نام
دل میں تمام زخم کسی آشنا کے تھے

درد کی خوشبو سے سارا گھر معطر ہو گیا
زخم کھا کھا کر بدن پھولوں کا پیکر ہو گیا

صد حیف اُس کے ہاتھ ہیں ہر زخم کا رفو
دامن میں جس کے ایک بھی تار وفا نہیں

زخم بہار بن گئی پھولوں کی آرزو
سارا چمن رقیبِ مقدر کی بات ہے



تو نے چھیڑا ہے تو یہ کچھ اور بکھر جائے گی
زندگی زلف نہیں ہے کہ سنور جائے گی

کچھ اور بھی ہیں کام ہمیں اے غم جاناں
کب تک کوئی ابھی ہوئی زلفوں کو سنوارے

چھین لائی ہے ساون کی ہوا پیار نئے
زلف برہم نے تیری شور مچا رکھا ہے

ہے نشہ سا آنکھوں میں سو کر ابھی اٹھے ہیں
ماتھے پہ شکن بھی ہے اور زلف بھی برہم ہے

بہت مشکل ہے دنیا کا سنورنا
تیری زلفوں کا بیچ و خم نہیں ہے

❖
تمہاری ریشمی زلفوں کے گیت کیسے لکھوں
جو اپنی ہار ہو اُس کو جیت کیسے لکھوں
❖

❖
کہاں تلک ترے وعدوں کے دن گنا کرتے
آنکھ ویزاں دل پریشان زلف برہم رخ اداس
❖

❖
جہیں سے اُس نے ہٹائی ہے زلف آوارہ
کچھ اس ادا سے کہ جیسے مجھے سلام کیا
❖

❖
لکھا ہے اُس نے خط میں چلے آؤ آج کل
موسم مثال زلف پریشان نہیں رہا
❖

❖
اک تیری زلف کے شانے پر بکھر جانے سے
کتنے ارمان میرے دل میں مچل جاتے ہیں
❖

❖
سائے پہ تیری زلف کے یہ نام لکھوں میں
کہیں بادل کہیں گھٹا کہیں شام لکھوں میں
❖

❖
گزارے چند لمحے جو تری زلفوں کے سائے میں
اُسے پھر چاندنی سے بھی بڑی تکلیف ہوتی ہے
❖

❖
جس ہاتھ سے اُس شوخ کی زلفوں کو چھوا تھا
چھپ چھپ کے اُسی ہاتھ کو ہم چوم رہے ہیں
❖

❖
چھلکتے ہوئے تھے جام پریشاں تھی زلف یار
زنجموں پہ ہم جو مرہم رکھتے تو کس طرح
❖

❖
بس یہی دو چار چیزیں دے گئیں مجھ کو فریب
زلف برہم مست آنکھیں اور چند انگڑائیاں
❖

❖
خزاں کی آہوں پر کانپتی ہیں پیتاں گل کی
بکھرنے کو ہے اب زلف بہاراں ہم نہ کہتے تھے
❖

❖
چھلکے ہوئے تھے جام پریشان تھی زلف یار
کچھ ایسے حادثات سے گھبرا کے پی گئے
❖

ہم نے جس جس کو چاہا تیرے ہجر میں وہ لوگ
آتے جاتے ہوئے موسم تھے زمانہ تو نہ تھا

زمانہ



کچھ زمانے سے جدا تھا وہ میرا شوق جنوں
کچھ مجھے تیرے حوالے سے بھی رسوائی ملی



انہیں لہا نہ سکی چاندنی زمانے کی
جو لوگ اٹھ کے تیری انجمن سے آئے ہیں



کچھ لوگ زمانے میں ایسے بھی ہوتے ہیں
محفل میں جو ہنستے ہیں تنہائی میں روتے ہیں



جو اضطراب کا موسم گزار آئے ہیں
وہ جانتے ہیں وحشت کا کیا زمانہ تھا



وصل کی رت بھی گئی ہجر کے موسم بھی گئے
ہم نے اس عمر میں دیکھے ہیں زمانے کتنے



چہرے کے پھول زلف کے سائے بدن کی آغ
کیا کیا سمیٹ لائی تیری یاد کی ہوا



تمہاری زلف کے سائے میں شام کر لوں گا
سفر ہے عمر کا ایک پل میں تمام کر لوں گا



کھڑکیاں کھلی رکھے شب کو جاگتے رہے
نجانے کس گھڑی ہواؤں سے بوئے زلف یار آئے



چوٹی میں اپنی اُس نے جو گوندھا ہے ہار کو
باندھا ہے بیچ زلف میں گویا بہار کو



❖
وفا کا نام کوئی بھول کر نہیں لیتا
ترے سلوک نے چونکا دیا زمانے کو

❖
اس قدر ظرف تو رکھتے ہیں زمانے والے
زندگی مچھین کر جینے کی دعا دیتے ہیں

❖
جنہیں بھلانے میں یارو بڑے زمانے لگے
جو دل دکھا تو وہی لوگ یاد آنے لگے

❖
جلتے تھے ہر قدم پہ تیری یاد کے چراغ
وہ دن وہ زندگی وہ زمانے کدھر گئے

❖
جو ہم نہ ہوں تو زمانے کی سانس رک جائے
قتل وقت کے سینے میں ہم دھڑکتے ہیں

❖
تمہارے بس میں اگر ہو تو بھول جاؤ ہمیں
تمہیں بھلانے میں شاید ہمیں زمانہ لگے

❖
بڑی خوش فہمیاں تھیں آپ کو اپنا بنانے کی
زمانہ اجنبی ہو جائے گا یہ کس نے سوچا تھا

❖
میں چل نہیں رہا تھا زمانے کے ساتھ ساتھ
وہ مرحلہ بھی عشق میں کس حوصلے کا تھا

❖
غم زمانہ سے فرصت نہیں ملی ورنہ
تیرے جمال سے مسحور ہو گئے ہوتے

❖
ایک دوسرے کو جان نہ پائے تمام عمر
ہم ہی عجیب تھے کہ زمانہ عجیب تھا

❖
بقا کی فکر کرو خود ہی زندگی کے لئے
زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لئے

❖
زمانہ ہو گیا ہے تجھ سے جدا ہوئے لیکن
جتنا سی اب بھی سلگتی ہے میرے سینے میں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیوں ہو

سنگ

کوچے سے ترے نکلے تو سب شہر تھا دشمن
ہر آنکھ میں سنگ ملامت نظر آئے

سنگ مرمر سے تراشا ہوا یہ شوخ بدن
دلکش اتنا ہے کہ اپنانے کو جی چاہتا ہے

اپنی آشفٹہ مزاجی پہ ہنسی آتی ہے
دشمنی سنگ سے اور کالج کا پیکر رکھنا

شکست دل پر یوں آنسو بہانا چھوڑ دو ساقی
دیوار سنگ میں شیشے کبھی سالم نہیں ہوتے

سنا ہے سنگ دل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر یہ سچ ہے تو پتھر سے چشمے کیوں اُبلتے ہیں

کوئی سرخی نہ ملی جب کسی فسانے کو
ہمارے خون کی حاجت ہوئی زمانے کو

متاع دل ہی بچی تھی بس ایک زمانے میں
سو اُسے بھی تیری انجمن میں ہار آئے

یہ کیسا دور ہے منظر یہ کیسی بد حالی
دعا سلام کی فرصت نہیں زمانے کو

بھول جاتے ہیں زمانے کا ہر ظلم و ستم
اُن کو جب اپنے تصور میں بسا لیتے ہیں



❖
 قریب تھا تو کہا ہم نے سنگ دل بھی اُسے
 ہوا وہ دور تو لگتا ہے جان جان وہ شخص

❖
 آئینوں کے شہر میں وہ سنگ باری کا سماں
 ہر گلی میں ٹوٹتے چہروں کا ملبہ رہ گیا

❖
 اس دور ظلم و جور میں کس بے بسی کے ساتھ
 ہم سنگدلوں کے دل میں خدا ڈھونڈتے رہے

❖
 ہاتھوں میں لئے سنگ سزا سوچ رہا ہوں
 ایسا بھی کوئی ہے کہ گنہ گار نہیں ہے

❖
 دیدہ سنگ میں بینائی کہاں سے آئے
 ظرف مردہ ہو تو سچائی کہاں سے آئے

❖
 یہ سنگ دلوں کی دنیا ہے یہاں سنتا نہیں فریاد کوئی
 سب دنیا والے ہنستے ہیں جب ہوتا ہے برباد کوئی

❖
 سنگ چھپے ہوں لفظوں میں اور نشتر ہوں لہجوں میں تو
 آنسو بن کے بہہ جاتے ہیں جاگتی آنکھوں دیکھے خواب

❖
 روتے روتے سنگ سوچوں کہ سو جاتی ہوں میر
 حال کے دروازے پر رکھ کر ماضی کی تصویر

❖
 سنگ باری ہے یہاں شیشہ گری کی اجرت
 کیسے اس شہر میں آئینہ بنائے کوئی

❖
 کبھی تو سنگ سے پھوٹے گی آب جوئے غم
 کبھی تو پھوٹ کر روئے گا وہ ہماری طرح

❖
 پھول سا چہرہ لئے شہر تمازت میں نہ جا
 لوگ کہتے ہیں وہاں سنگ پگھل جاتے ہیں

❖
 سمجھا تھا جن کو پھول وہ نکلے شرار سنگ
 شیشے میرے نقیب کے پتھر کے ہو گئے

عرض تمنا کر کے گنویا ہم نے بھرم خودداری کا
ہو گئی گو تکمیل تمنا دل کو ندامت آج بھی ہے

سفر



نہ جانے کون سی منزل جدائی بن کے آ جائے
جو رستے میں ملے ہم سفر اُس کو نہیں کہتے



تو ہے ہمراہ تو کانٹے بھی مزہ دینے لگے
ورنہ کہنے کو کئی بار سفر ہم نے کیا



اب کے جو تھک کے گروں تو مجھے سونے دینا
جسم سارا مجھے زخم سفر لگتا ہے



سفر یہ واپسی کا ہولے ہولے طے کیا میں نے
تمہیں آواز دینی ہے تمہیں واپس بلانا ہے



کچھ لوگ سفر کے لئے ہوتے نہیں موزوں
کچھ راستے کٹتے نہیں تنہا، اسے کہنا



شاعر و نغمہ گرو سنگ تراشا دیکھو
اُس سے مل لو تو بتانا کہ حسین تھا کوئی



تیرے بھی صحن میں گرنے لگے ہیں سنگ تو کیا
چلی تھی شہر میں یہ رسم بھی گھر سے ترے



ٹوٹا نہ ایک سنگ بھی نہ جانے کتنے لوگ
شیشہ بدست دامن کہسار تک گئے



اوروں کے لئے دھوپ میں خاموش کھڑے ہیں
یکھے کوئی آداب وفا سنگ و شجر سے





وہ لوگ اٹھ گئے جن سے سروں پہ سایہ تھا
جو ہم سفر ہیں وہ پہلے سے مہربان نہ رہے



طویل ہو نہ کہیں اپنی چاہتوں کا سفر
سنا ہے اہل طلب عمر بھر تڑپتے ہیں



مت پوچھ شب ماہ سمندر کے کنارے
موجوں پہ چراغوں کا سفر کیسا لگا ہے



چاہت کے ارادے تیری قربت کا تصور
بیٹا ہوا ہر پل مرے خوابوں کا سفر ہے



چل پڑے سفر پر تو کیا ٹر کے دیکھنا
دنیا کا کیا ہے اس نے صدا بار بار دی



جستجو کھوئے ہوؤں کی عمر بھر کرتے رہے
چاند کے ہمراہ ہم ہر شب سفر کرتے رہے



یہ زندگی کا سفر تھا کبھی بہت دشوار
ہوا ہے اب یہی آساں تری رفاقت سے



یا رب ہمیں تلاش کسی ہم سفر کی تھی
لیکن یہاں تو کوئی نہ اپنا دکھائی دے



ہر گام تیری یاد میرے ساتھ ساتھ تھی
میں دیکھنے میں یوں تو اکیلا سفر میں تھا



کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا



میں نے کہا تھا آگ کا دریا ہے زندگی
اب ہم سفر بنے ہو تو ہمت سے کام لو



سفر کا ساتھ ہے یہ منزلوں کا ساتھ نہیں
گزر ہی جائیں گے لئے حساب رہنے دو



سوچ

سوچ لو اس بزم سے اٹھنے سے پہلے سوچ لو
یہ نہ ہو کہ پھر دل کے ہاتھوں لوٹ کر آنا پڑے



بڑھا کے اس سے راہ و رسم اب یہ سوچتے ہیں
وہی بہت تھا جو رشتہ دعا سلام کا تھا



میں سوچتا ہوں فریب وفا کے ماروں سے
تیرے غموں نے بھی کی دل لگی تو کیا ہوگا



پہلے بڑی رغبت تھی تیرے نام سے مجھ کو
اب سُن کے تیرا نام میں کچھ سوچ رہا ہوں



ہم تیری بزم سے یہ سوچ کر لوٹ آئے ہیں
تو زمانے کو ذرا دیکھ لے پھر آئیں گے



کون سوچے گا غم ہجر کی تلخی کا علاج
کون دیکھے گا تیرے بعد سحر کی صورت



اُس اجنبی کی رفاقت میں ایسی خوشبو تھی
ہم اپنے سارے سفر کی تھکان بھول گئے



سفر ہے پاؤں کی زنجیر قافلوں کے لئے
ہزار راستے بدلیں گے منزلوں کے لئے



خدا جانے پچھڑ کے مجھ سے کسی کا ہمسفر ہوگا
وہ جس کے واسطے ہیں مَحُو انتظار آنکھیں



ہم سفر چھوٹا تو انداز سفر بھول گئے
ہم وہ بے سمت مسافر ہیں کہ گھر بھول گئے





تجھے پا لیا ہے میں نے مگر اب بھی سوچتی ہوں
میری زندگی میں شاید کسی چیز کی کمی ہے



ساتھ چلنے کی تمنا ہے تو دوگام تو چل
تو تو ہر گام پہ کچھ سوچ کر رک جاتا ہے



تلاش گمشدگان میں نکل چلوں لیکن
یہ سوچتا ہوں کہ کھویا ہوا تو میں بھی ہوں



اس سوچ میں ہوں دیکھتے دیتے ہیں کیا فریب
وہ پھر سے مل رہے ہیں بڑی سادگی کے ساتھ



جلا رہا ہوں سفینے پرانی سوچوں کے
کہ فکر نو کے سفر کی یہی صورت ہے



نشین پھونکنے والے ذرا سوچا تو یہ ہوتا
کہ تنکے چار ہیں برباد کرنے سے ملے گا کیا



چل بھی دیئے وہ جھین کے صبر و قرار دل
ہم سوچتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا



کوئی رسم دیر تھی یا کوئی دستور حرم
ہم کو سب معیار اپنی سوچ سے کمتر ملے



نہ آئے گا وہ ہمیں معلوم تھا اس شام بھی
انتظار اُس کا مگر کچھ سوچ کر کرتے رہے



میں نے سوچا تھا کھلیں گے کبھی ارمانوں کے پھول
میری اُمید بھٹکتی رہی جوگن کی طرح



اب خوشی کی کوئی بات نہ سوچے دنیا
اب یہ عالم ہے کہ کچھ غم بھی مزہ دیتے ہیں



اب کہاں ہوگا وہ اور ہوگا بھی تو ویسا کہاں
سوچ کر یہ بات جی کچھ اور بوجھل ہو گیا



پھرتے ہیں شہر عشق میں کتنے وفا شعار
سپنوں میں جذبہ ہائے بغاوت لئے ہوئے



آپ سپنوں میں بھی آئیں تو سہاگن کی طرح
گجرا باہوں میں ہاتھوں میں حنا چاہئے



ہم کو خبر ہے سب تعبیریں ہاتھ نہ آتی پریاں ہیں
پھر بھی جاگتی آنکھوں سے دیکھے سنے اچھے لگتے ہیں



رات بھر میں نے کھلی آنکھوں سے سپنا دیکھا
رنگ وہ پھیلے کہ نیندوں سے چرائے نہ گئے



سپنوں کے تعاقب میں گزار دی ہے اک عمر
ہر سمت یہی ایک صدا لے گئی ہم کو



پانیوں میں لکھتے تھے خواہشوں کی تحریریں
وہ بھی ایک سپنا تھی میں بھی اک سایہ تھا



وحشت سے دل میں درد تھا ہجراں نصیب تھے
اب سوچئے ہم آپ سے کتنے قریب تھے



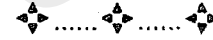
سوچتا ہوں تم اگر بدلے تو میں مر جاؤں گا
کب بدل جائے بھروسہ کیا کسی کی سوچ کا



بڑھا کر اس سے رہ و رسم اب یہ سوچتے ہیں
دینا پڑے نہ عوض میں دل اپنا اب ہمیں



دکھ تو مجھ کو بھی جدائی کی گھڑی کا ہے مگر
آج کیوں سوچیں ہر ایک بات سمجھتا ہی نہیں



آج ٹوٹے ہوئے سپنوں کی بہت یاد آئی
آج بیتے ہوئے لمحوں کو بہت یاد کیا

اس طرح سوئی ہیں آنکھیں جاگتے سپنوں کے ساتھ
خواہشیں لپٹی ہوں جیسے بند دروازوں کے ساتھ

ملتے نہیں ہیں سب کو سپنوں کے شاہ زادے
تعبیر تو دیتے نہیں سب خواب یہاں اچھی

تجھ سے پہلے میری آنکھوں میں کوئی خواب نہ تھا
تجھ کو دیکھا تو چلے آئے ہزاروں سپنے

بُرے دنوں کے بعد سنا ہے اچھے دن بھی آتے ہیں
آنکھیں دیکھتی ہیں جو سپنے وہ پورے ہو جاتے ہیں

لوگ جی لیتے ہیں سپنوں کے ہمارے
اپنی آنکھوں میں تو اب خواب اترتے بھی نہیں

یوں ریزہ ریزہ ہو گیا سپنوں کا محل
میں بکھری ہوئی خواہشوں کے جہنم جوڑ رہا

کسی کے حسن کی ناول نگار خوشبو نے
کتاب دل میں لکھا ایک باب سپنوں کا

ابھی انجھی راہوں میں وہ آنچل تھامے آئیں گے
دھرتی پھول آکاش ستارے سپنا سا بن جائیں گے

ہر آہٹ پر کھڑکی کھولی ہر دستک پر آنکھ
چاند نہ میرے آنگن اُترا سپنے ہو گئے راکھ

نگری نگری پھرتے پھرتے اپنے بال سفید ہوئے
تب اُن دکھ کی راتوں میں اک سکھ کا سپنا دیکھا

میں نے برسوں سے جسے دل میں سجا رکھا ہے
وہی سپنوں میں سجائی ہوئی تصویر ہو تم

❖
 زنجیر پہنائی وعدوں کی اور پیار ادھورے چھوڑ دیئے
 اگر سنے ہی دکھلانے تھے سانسوں کی حرارت واپس کر

❖
 یوں ریزہ ریزہ ہو گیا سپنوں کا محل
 میں بکھری ہوئی خواہشوں کے بدن جوڑتا رہا

❖
 خواب اس انداز سے آنکھوں نے دیکھا ہے اب
 دل بھند ہے درحقیقت یہ کوئی سپنا نہیں

❖
 سوچ میں ڈوبی بھیگی بھیگی سہی سہی آنکھوں سے
 دیکھ رہا ہوں سپنا تیرا اب نہ لوٹ کے آنے کا

❖.....❖.....❖

ستم کا آشنا تھا وہ سبھی کے دل دکھا گیا
 کہ شام غم تو کاٹ لی سحر ہوئی چلا گیا

❖
 یہ ستم کسی پہ نہ ہو کبھی کوئی اس طرح نہ لٹے کبھی
 کہ جلا دیا برق نے آشیاں میرا عین فصل بہار میں

❖
 چار دن کی زندگی ہر حال میں کٹ جائے گی
 ہم خوشی کی بھیک کیوں مانگیں ستم ایجاد سے

❖
 ستم پہ اُن کے ہم پاس وفا سے کچھ نہیں کہتے
 نہ جانے وہ ہماری خاموشی کو کیا سمجھتے ہیں

❖
 گیا وہ وقت جب تیری وفاؤں کی تمنا تھی
 ستم گر ہم نے اندازِ محبت ہی بدل ڈالا

❖
 میری زیست ہو گئی ہے تیرے غم سے اب تو بوجھل
 تجھے کیا ملا ستم گز میری زندگی مٹا کے



لگا کے دل کو تیری چاہتوں کے غم ہم نے
کئے ہیں ذات پر اپنی بہت ستم ہم نے



دل کو اب ترک تمنا پہ کریں گے راضی
یوں شب و روز محبت کے ستم کون ہے



مجھ کو پروانہ وار جلا کر جل رہا ہے خود بھی وہ
اب پشیمان ہے ستم گر کیوں ستم ڈھانے کے بعد



اس قدر زیست نے ڈھائے ہیں ستم اے خاور
اپنی بھی ذات سے اُمید مروت نہ رہی



عدم خلوص کے بندوں میں ایک خامی ہے
ستم ظریف بڑے جلد باز ہوتے ہیں



چپ چاپ سہا ہم نے تمہاری جفا کو
تم اور ستم ہم پر پھر بھی ڈھاتے ہی رہے



یہ تو ممکن ہے کہ دل میں کہوں منہ پر نہ کہوں
یہ نہ ہوگا کہ ستمگر کو ستم گر نہ کہوں



وعدے سے اپنے تو جو ستم گر پلٹ گیا
یہ جان لے تجھ سے میرا دل بھی ہٹ گیا



اب راس آ گئے ہیں ہمیں آپ کے ستم
اب لطف و التفات کے پابند ہم نہیں



سزا ہے بیدلی کی یا ستم تیرے تغافل کا
بہار گل سے بھی آنے لگی بوئے خزاں مجھ کو



تمہارے ستم ہی بہت غنیمت ہیں
مجھے تمہاری مروت سے کوئی کام نہیں



ستم ظریف تجھے کیا خبر کہ لوگوں کو
تیرے حسین ستم کی بڑی ضرورت ہے



ستارے کیوں چپکے سے وہ لوگ اتر جاتے ہیں دل میں
جن لوگوں سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے

تیری جفا نے تجھ کو سکون بخشا ہے
مجھ پر ستم ڈھائے میری وفا نے کیا کیا

ستم تو یہ ہے کہ وہ بھی نہ بن سکا اپنا
قبول ہم نے کئے جس کے غم خوشی کی طرح

ہزاروں ستم زمانے میں سہے جاتے ہیں
کسی کو دل میں بسانا کوئی مذاق نہیں

میں نے کہا بزم ناز چاہئے غیر سے تہی
سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

♦.....♦.....♦

آرزو ہے کہ ستاروں کی چمک پاؤں میں
یونہی شاید تری آنکھوں میں اتر جاؤں میں

اک اک کر کے ستاروں کی طرح ڈوب گئے
ہائے کیا لوگ میرے حلقہ احباب میں تھے

وہ اک ستارہ تھا جانے کہاں گرا ہوگا
خلاء میں ڈھونڈ رہی ہیں نہ جانے کیا آنکھیں

ہر شے پہ روشنی ہے تمہارے جمال کی
میرا یقین نہ ہو تو ستاروں سے پوچھ لو

ڈوبتی شام تری یاد کے جلتے ہیں چراغ
ہم بہت دور ستاروں سے نکل جاتے ہیں

سارے لرز لرز کے ستاروں کی طرح ٹوٹ گئے
ہزار ضبط کیا پھر بھی نہ رک سکے آنسو

تعریف کیا کروں میں محبت کی اے عدم
پھولوں کا کونپلوں کا ستاروں کا نام ہے

خیرہ نظریں ہوئیں ستاروں کی
کس نے جھانکا سحر کی چلمن سے

ڈوبتی شام تیری یادوں کے جلتے ہیں چراغ
ہم بہت دور ستاروں سے نکل جاتے ہیں

زمانہ اُس کے حوالے سے یاد کرتا ہے
کہ جس سے اپنے ستارے کبھی نہ مل پائے

پچھلے پہر کے چاند ستاروں سے پوچھ لو
کیا کیا نہ دکھ دیئے ہیں شب انتظار نے

میں ستارہ ہوں میری دستوں سے پیار کرو
میں نقشِ پا ہوں مت میرا اعتبار کرو

اس در پہ ستارے تھے شگوفے تھے بہاریں تھیں
بڑا ہی ظرف تھا اُن کو جو شبنم لے کے آئے ہیں

سحر کی شرط نہیں شام غم کی قید نہیں
یہاں جو ڈوب کے ابھرے وہی ستارہ ہے

درد کی رات نے یہ رنگ بھی دکھلائے ہیں
میری پلکوں میں ستارے سے اتر آئے ہیں

کیسی بہار کس کے ستارے کہاں کے پھول
جب تم نہیں تو دیدہ دل میں سمائے کون

لوٹ آئیں گے جن کے لئے دروازہ کھلا ہے
کہتے رہے جھک جھک کے ہم سے یہ ستارے

لوگوں کی پیاس جس نے بجھائی تمام عمر
’ سنتے ہیں آج پیاس سے وہ شخص مر گیا

شخص

❖
صرف اتنی ہے میرے عشق کی داستان
ایک شخص تھا جو زخم شناسائی دے گیا

❖
نت نئے چہرے کسی آنکھ میں جتے نہیں
وہ اکیلا شخص سارے شہر کا ارمان تھا

❖
ہر شخص نے پھینکا ہے مجھے پیاس بجھا کر
دہلیز پہ ٹوٹے ہوئے ساغر کی طرح ہوں

❖
شب بھر تری گلی میں بھٹکتا ہے ایک شخص
فرصت ملے تو رات کو گھر سے نکل کر دیکھ

❖
جاننا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی منیر
جو غم سے بہرہ ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں

❖
یہ شام ہجر بھی اک شام وصل ہے شاعر
پہن لیا ہے ستاروں کا آنسوؤں نے لباس

❖
یہ کہکشاں یہ ستارے گواہ ہیں اے دوست
تیرے علاوہ محبت کسی سے کی ہی نہیں

❖
شب فرقت کی ان رنگینوں پر جان و دل صدقے
تمہاری یاد کے دل میں ستارے جھلملاتے ہیں

❖
راتوں کو کر رہی ہوں ستاروں سے گفتگو
مجھ سے میرے جنوں کی حکایت نہ پوچھئے

❖.....❖.....❖



نئی رتوں کی حمایت نہ کر سکا حاصل
عجیب شخص تھا گزرے دنوں کو روتا تھا



سہ ہے امجد آج تک وہ شخص دل میں
جو اس وقت بھی میرا نہیں تھا



ترتیب انہیں دے کے ذرا غور سے دیکھو
کاغذ کی لکیروں میں کوئی شخص چھپا ہے



اُس سے پچھڑے ہوئے حالانکہ زمانہ گزرا
پھر بھی وہ شخص خیالوں میں بسا رہتا ہے



ہر شخص مجھ کو دیکھ کر نظریں چرا گیا
جیسے کسی کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں



مرا مزاج تو اس سے تھا مختلف لیکن
عجیب شخص تھا خود سا مجھے بنا ڈالا



جس شخص سے مانگی تھی اجالوں کی رفاقت
وہ مجھ کو اندھیروں میں کہیں چھوڑ گیا ہے



رودادِ جفا کہدوں بھری بزم میں لیکن
اس بات میں اک شخص کی رسوائی بہت ہے



اک شخص اس طرح مرے دل میں اتر گیا
جیسے وہ جانتا تھا میرے دل کے راتے



کمال شخص تھا جس نے مجھے تباہ کیا
مگر یہ دل ہے کہ اس کے خلاف اب بھی نہیں



وہ شخص بے مثال تمہیں بھی ملا کہیں
ٹوٹے ہوئے دلوں کو جو آپس میں جوڑ دے



وہ شخص جس کو تو نے فراموش کر دیا
بے حد وہ محترم تھا بڑے نام کی طرح



بزمِ غیر میں نکھرتے رہے تیرے شباب کے جلوے
ہم مگر تڑپتے رہے تیری قربتوں سے دور

شباب



اُن کا شباب دیکھ کر ہوتا ہے یہ خیال
دنیا میں اب شباب کسی پر نہ آئے گا



کیا حسن کیا شباب کیا رنگ روپ ہے
وہ بھیڑ میں بھی جائیں تو تنہا دکھائی دیں



تم کو اشرفِ پوچھنے والا نہ ہوگا پھر کوئی
جب تم لٹا کے آؤ گے اپنا شبابِ زندگی



عالمِ نظرِ نواز ہے اُن کے شباب کا
گویا چمن میں پھول کھلا ہے گلاب کا



ابھی شباب ہے کر لو خطائیں جی بھر کے
پھر اس مقام پر یہ عمر رواں ملے نہ ملے



دکھلا کے ایک جھلک مجھے دیوانہ کر گیا
جانے وہ کون شخص تھا جانے کدھر گیا



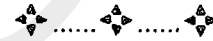
اک شخص مجھ سے راہِ وفا میں بچھڑ گیا
محسوس ہو گی اُس کی کمی عمر بھر مجھے



اے شخص اب خلوص کے رشتے نہ کر تلاش
دنیا بے ثبات میں یہ نام کو نہیں



میں کیسے نام لوں کہ چلایا ہے کس نے تیر
وہ شخص بھی ایک میرے دوستوں میں تھا



طلاق دے تو رہے ہو بڑے غرور اور قہر کیساتھ
میرا شباب بھی لوٹا دو میرے مہر کے ساتھ

جوش شباب نشہ صہبا، ہجوم شوق
تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصل بہار کی

کچھ اس متانت سے جھوم کر چل کہ ٹوٹ جائے نظام کشن
شگفتگی بن کے پھوٹ نکلے کلی کلی سے شباب نظر

تیرے عہد میں کون زندہ رہے گا
شباب اور ساتھ اُس کے شیریں کلامی

اس فتنہ شباب کا عالم نہ پوچھے
اک حشر اٹھ رہا ہے تماشہ لئے ہوئے

کون ہے برپا جو انقلاب کرے گا
جب بھی کرے گا تیرا شباب کرے گا

سپہلوں کو آج تک نہ میسر ہو سکیں
شامل جو خویاں ہیں تمہارے شباب میں

ڈرتا تھا جب تلاش حقیقت کے نام سے
وہ میرے عقل و ہوش کا عہد شباب تھا

بغیر ان کے بہار آئے گی باغ الفت میں
کہ جس طرح کسی معصوم بیوہ پر شباب آئے

پھر نیا راگ کوئی تو نے الاپا ہے شباب
پھر زمانے کا بدلتا ہوا نقشہ دیکھا

شباب حسن کا حسن شباب دیکھ لیا
اچھال اچھال کے جام شباب دیکھ لیا

اُس چاند سی جبین پر عبادت کا تلخ بوجھ
ظالم خیال کر ابھی عہد شباب ہے

❖
پھول جب مسکراتے ہیں دل پہ چوٹ پڑتی ہے
ہائے وہ رخ خنداں اُف رے شباب ان کا

❖
یہ حسن جمال اُن کا یہ عشق و شباب اپنا
جینے کی تمنا ہے مرنے کا زمانہ ہے

❖
کہیں نغمہ۔ بلبلیں کہیں ہے خندہ گل
عیاں ہے جوش شباب بہار عید کے دن

❖
چمن سے دور روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تو سوگوار گیا

❖.....❖.....❖

شہر

ذرا یونہی تجھے چھوتے ہوئے گزر جاتے
یہ رنج ہے کہ تیرے شہر کی ہوا نہ ہوئے

❖
کیسے کیسے لوگ ملے اور راہ میں مل کے چھوٹ گئے
شہر کے سونے چوراہے پر سوچ رہا ہے تنہا دل

❖
تیرے شہر میں یہ کیسی ہوا چلی ہے کہ اب
وفا کی سب کو طلب ہے وفا کا پاس نہیں

❖
زندگی ہم نے یوں کاٹی ہے سرائے دہر میں
جس طرح ہو اجنبی کوئی پرانے شہر میں

❖
یوں سنبھالا ہے اُسے خانہ دل میں ہم نے
یاد بھی جیسے کسی شہر کی سوغات ہوئی

❖
پلکوں پہ سجائے ہوئے اشکوں کے نگینے
اک روز تیرے شہر میں آجائیں گے ہم بھی

❖
دل ہے محو انتظار آنکھیں ہیں فرشِ راہ
آؤ کبھی تو چاہئے والوں کے شہر میں

❖
جس بات سے آگاہ ابھی میں بھی نہیں ہوں
وہ بات بھرے شہر کو معلوم ہے لوگو

❖
کس کا خیال شہر میں اور دشت میں رہا
کس کو پکارتی تھی ہوا جنگلوں کے بیچ

❖
پڑھتے پڑھتے تھک گئے سب لوگ تحریریں مری
لکھتے لکھتے شہر کی دیوار کالی ہو گئی

❖
کوئی بھی چہرہ شناسا نظر نہیں آیا
میں اپنے شہر کے کتنے طواف کر بیٹھا

❖
خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تری کی ہے

❖
ایک سلگتی یاد چمکتا دردِ فروزاں تنہائی
پوچھ نہ اس کے شہر سے کیا کیا سوگاتیں لائے ہیں

❖
یہ سچ ہے چپ رہنے سے پاگل پن بڑھ جاتا ہے
لیکن پتھر کے اس شہر میں آخر ہم کس سے بات کریں

❖
میں شہرِ گل میں زخم کا چہرہ کیسے دکھاؤں
شبِ بنم بدست لوگ تو کانٹے چھو گئے

❖
ہنستی ہوئی آنکھوں کا نگر کہتے رہے ہم
جس شہر میں نوے پس دیوار بہت تھے

❖
صحرا کو ذرا نکل جائیں تو دل بھی ذرا لپکے
شہروں میں تو ہنگامہ تنہائی بہت ہے

❖
دشمنوں سے ڈر نہیں تھا دوستی سے خوف تھا
اس شہر میں آدمی کو آدمی سے خوف تھا

سمجھے تو وہ ایک گونج تھی اپنی ہی صدا کی
دوڑے ہوئے ہم جب تیری آواز پر آئے

صدا

تم نے کیوں انجمن ناز میں تیور بدلے
دل دھڑکنے کی صدا ہے کوئی فریاد نہیں

ٹوٹا تو کتنے آئینہ خانوں پہ زد پڑی
اٹکا ہوا گلے میں جو پتھر صدا کا تھا

کاش تو بھی میری آواز کہیں سُنتا ہو
پھر پکارا ہے تجھے دل کی صدا نے میری

نکلی تھی میں صدائے جرس کی تلاش میں
دھوکے سے اسی سکوت کے صحرا میں آ گئی

رستے میں نہ بیٹھو کہ ہوا تنگ کرے گی
پچھڑے ہوئے لوگوں کی صدا تنگ کرے گی

جانے کیا عذاب تھا اس شہر پر آذر کہ ہم
جاتے جاتے لوٹ کے دیکھا تو پتھر ہو گئے

جو لوگ نذر سیل ہوئے اُن کا غم نہیں
شہروں کے لوگ خوش ہیں کہ دریا اُتر گیا

ملا نہ دوست بھی کوئی پرانی گلیوں میں
سب اپنے شہر میں مصروفِ کاروبار ملے

تمہارے شہر سے عزت جنوں کی جاتی ہے
گھروں پہ شیشے لگاؤ کہ سنگ آئے کبھی

.....



جدائیوں کے زمانے پھر آ گئے شاید
کہ دل ابھی سے کسی کو صدائیں دیتا ہے



جانے والوں کو صدائیں نہیں دیتا میں بھی
تو بھی مجھ سا ہے مڑ کر نہیں دیکھا تو نے



سپنوں کے تعاقب میں گنوائی ہے اک عمر
ہر سمت وہی ایک صدا نے گئی ہم کو



پائل کی کھنک خون کی گردش کی صدا ایک
مفہوم دعا دو ہیں مگر حرف دعا ایک



منڈیروں سے کوئی مانوس سی صدا آتی ہے
کوئی تو ہم کو بھی پس دیوار یاد کرتا ہے



کس بے کسی کے شہر میں لایا ہمیں نصیب
ٹوٹا نہیں سکوت صداؤں کے بعد بھی



صدائیں آتی ہیں اُجڑے ہوئے جزیروں سے
کہ آج رات نہ کوئی رہے کناروں پر



کسی آنکھ کو صدا دو کسی زلف کو پکارو
بڑی دھوپ پڑ رہی ہے کوئی سائباں نہیں ہے



کلی کلی جسے حیرانیوں سے تکتی ہے
کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے



ہم اتنی دور کہاں تھے کہ پھر پلٹ نہ سکیں
سواد شہر سے کوئی صدا نہیں آئی



نغمہ موج سے اے دوست صدا آتی ہے
زندگی نام ہے اُٹھتے ہوئے طوفانوں کا



اُٹھا تو جا بھی چکا تھا عجیب مہمان تھا
صدائیں دے کر مجھے نیند سے جگا بھی گیا



عکس

آنکھوں کا ہے فریب کہ عکس جمال ہے
آتی ہے کیوں نظر تری صورت جگہ جگہ



ہمارے شعر صرف چاہتوں کے عکس نہیں
یہ گرد و پیش کے دکھ درد کی زبان بھی ہیں



وہی نقش روبرو ہے وہی عکس چار سو ہے
مجھے تیری آرزو تھی مجھے تیری آرزو ہے



تو میرے عکس کو میزان آئینہ میں نہ تول
اٹھا رہا ہے ابھی میری کرچیاں کوئی



ایک چہرہ جو میرے خواب میں تھا
عکس اس کا ہر ایک گلاب میں ہے



ہوا کی چھیڑ سے لرزاں جو روئے آب ہوتا ہے
تو عکس ماہ پارہ کی طرح بے تاب ہوتا ہے



دل چونک چونک پڑتا ہے قدموں کی چاپ سے
تیری صدا قریب سے آتی ہے بار بار



جہاں بھی ہم نے صدا دی یہی جواب ملا
یہ کون لوگ ہیں پوچھو کہاں سے آئے ہیں



کیا بیت گئی اب کے اہل چمن پر فراز
یاران قفس مجھ کو صدا کیوں نہیں دیتے



تمہیں کوئے وفا میں ڈھونڈتا ہوں
دریچہ کھول کر مجھ کو صدا دو





آنکھ کی پتلی میں اب بھی رتجگوں کا عکس ہے
بھول جائیں کس طرح ماضی کے افسانے کو ہم



پتھر سے توڑ دے نہ اُسے کوئی بے شعور
پانی سے اپنا عکس ہی اٹھا کے لے چلیں



تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سا جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں



سرخ ہونٹوں پر شرارت کے کسی لمحے کا عکس
ریشمی باہوں میں چوڑی کی بھی کبھی مدھم دھنک



امجد وہ آنکھیں جھیل سی گہری تو ہیں مگر
ان میں کوئی عکس میرے نام کا نہیں



چتا نہیں آنکھوں میں کوئی اب سر محفل
بیٹائی تیرا عکس بدن اوڑھے ہوئے ہے



یہ کیا طلسم ہے دریا میں بن کے عکسِ قمر
رکے ہوئے بھی تہی رواں دواں بھی تہی



دل کے ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ کنکر پھینکو
چاند کا عکس سجایا ہے بکھر جائے گا



اپنے عکسِ ذات کو کرتے رہے شیرازہ بند
آئینہ خانوں سے ہم پر چھائیاں چنتے رہے



وہ جا چکا ہے مگر اب تک برستا رہتا ہے
اس کا عکس شفق رنگ میری شاموں پر



جذب یوں ہو گیا آنکھوں میں تیرا عکس جمال
بتلیاں رقص میں وجد میں تنہائی ہے



سیاہی اور بڑھ جاتی ہے پانی کے مقدر کی
کبھی جو عکس اس میں چاند کا اتر آئے



عشق

پاؤں میں زخم چشم میں غم دل پہ داغ غم
رکھتا ہوں تیرے عشق کی کتنی نشانیاں



اہل وفا کو خود بخود عشق نے یہ صلہ دیا
عشق نے جب بھی آہ کی حسن نے سر جھکا دیا



جو اہل عشق ہیں نایاب ہوئے جاتے ہیں
یہ زندگی کے چلن خواب ہوئے جاتے ہیں



پیچھے نہ پاؤں معرکہ عشق میں ہٹے
تلوار کھا کے بوسہ لیا دستِ یار کا



بدلے ہوئے سے تم ہو کہ آثارِ آسمان
کیا بات ہے کہ عشق بہت ہے ڈرا ڈرا



دل کے ہر کھیل میں ہوتا ہے جان کا زیاں
عشق کو عشق سمجھ مشغلہ دل نہ بنا



اس شوخ کا اندازِ تغافل تھا عجب چیز
اشکوں میں بھی عکس دل گل رنگ نہ دیکھا



فرقت کی شب کٹ گئی تو ملی وصل کی نوید
رنگ سحر تھا عکسِ رخ یار کی طرح



عکس تو بے جان ہے اے میرے مصور
تصویر میرے ذوقِ تصور سے ملا دے



آئینے ہجر کے ٹوٹے تو پھر ہوا احساس
دور کے عکس میسر تجھے اے دل کیا تھے





کیا ختم کر دیا ہے سفر اہل عشق نے
رستے پڑے ہوئے ہیں مسافر نہیں رہے



سفر ہے عشق کا شاید یہ کام آ جائیں
میں اپنی آنکھ میں آنسو بجائے رکھوں گی



تو انتقام عشق سے واقف نہیں ابھی
تو روئے گا تو دیکھ کے میں مسکراؤں گا



کون ہے جو عشق کے انجام سے واقف نہیں
آدنی اپنی طبیعت سے مگر مجبور ہے



وہ جان لے کے بھی دیا ہی سبک نام رہا
عشق کے باب میں سب جرم ہمارے نکلے



کچھ پاس ضبط عشق تھا کچھ احترام حسن
جب آیا میرے لب پہ تیرا نام رک گیا



گزرے ہیں آج عشق میں ہم اُس مقام سے
نفرت سی ہو گئی ہے محبت کے نام سے



حسن کی سحر کاریاں عشق کے دل سے پوچھئے
وصل کبھی ہجر سا ہجر کبھی وصال سا



عشق کیا چیز ہے اک حشر در آغوش خیال
حسن کیا ہے خواب ہے اک تماشائی کا



ثبوت عشق کی یہ بھی تو ایک صورت ہے
کہ جس سے پیار کریں اس پہ تہمتیں بھی دھریں



اپنی تو داستان عشق کا یہ پہلو رہا سدا
نظریں ملیں تھیں جس سے مقدر نہ مل سکا



عشق کی کائنات پر ناز نہ کریں تو کیا کریں
دل بھی تیرا دیا ہوا غم بھی تیرا دیا ہوا



❖
مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

❖
دل پہ لیا ہے داغ عشق کھو کے بہار زندگی
ایک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

❖
اہل دانش بھی نہیں کم کسی دیوانے سے
عشق کو ناپتے ہیں عقل کے پیانے سے

❖
روح افزا ہیں جنون عشق کے نغمے مگر
اب میں اُن گائے ہوئے گیتوں کو گا سکتا نہیں

❖.....❖.....❖

کٹی ہے جس کے بنا یوں ہی اپنی عمر منیر
مزا تو جب ہے کہ اُس شوخ کو پتا نہ ہو

عمر

❖
وہ بات بات پہ ہنسنا تیری ادا ہی سہی
تمام عمر رلایا ہے اس ادا نے مجھے

❖
تو بھی نہ مل سکا ہمیں عمر بھی رائیگاں رہی
تجھ سے تو خیر عشق تھا خود سے بڑے گلے رہے

❖
ٹھہرو ذرا سی دیر سفر عمر بھر کا ہے
اک شخص آ رہا ہے مجھے ڈھونڈتا ہوا

❖
رہ حیات میں اک عمر کی تلاش کے بعد
جو تو ملا تو میں خود اپنے دھیان میں نہ تھا

❖
اپنی خبر نہیں ہے بجز اس قدر مجھے
اک شخص تھا کہ مل نہ سکا عمر بھر مجھے

❖
دل کی خلش تو ساتھ رہے گی تمام عمر
دریائے غم کے پار اتر جائیں ہم تو کیا

❖
جی خوش نہیں ہوا تیرے ایفائے عہد سے
یہ کیا کہ تیرا رنج مجھے عمر بھر نہ ہو

❖
ذرا سی دیر میں دل میں یوں گھر کیا اُس نے
تمام عمر مجھے در بدر کیا اُس نے

❖
گزر گئے ہیں بہت ہمیں رفاقتِ شب میں
اک عمر ہو گئی ہے چہرہ وہ چاند سا دیکھے

❖
کون تنہا رہے اک عمر اس کی خاطر
وہ جو مل جائے تو اسے بھی یہ کہنا یارو

❖
یہی خیال کہ برسے تو خود برس جائے
سو عمر بھر کسی کالی گھٹا سے کچھ نہ کہا

❖

❖
اُس آخری نظر میں عجب درد تھا منیر
جانے کا اُس کے رنج مجھے عمر بھر رہا

❖
جدائیاں ہوئی تو ایسی کہ عمر بھر نہ ملیں
فریب دو تو ذرا سلسلے بڑھا کے مجھے

❖
پچھرتے وقت کسی سے ہمیں بھی تھا یہ گمان
کہ زخم کیسا بھی ہو عمر بھر نہیں رہتا

❖
آواز دے کے دیکھ لوں شاید وہ مل ہی جائے
ورنہ یہ عمر بھر کا سفر رائیگاں تو ہے

❖
اک دوسرے کو جان نہ پائے تمام عمر
ہم ہی عجیب تھے کہ زمانہ عجیب تھا

❖
پانے کی آرزو بھی جو ہوتی تو کس طرح
کھونے کی لذتوں میں ہی اک عمر کٹ گئی

❖

محدود ہو گئے ہیں تعلق کے زائے
کیا پھر وہ فرقتوں کا سماں لوٹ آئے گا

فرقت



ہر آہٹ پہ اُن کا گمان ہوتا ہے دل کو
فرقت کے یہ لمحات بھی ہیں کتنے عجیب سے



کتنی طویل ہوتی ہے انسان کی زندگی
سمجھا ہوں آج میں شبِ فرقت گزار کے



جس کی فرقت نے پلٹ دی عشق کی کایا فراق
آج اُس عیسیٰ نفسِ دمساز کی باتیں کرو



سافرقت کی رات روزِ قیامت سے کم نہیں
اے دوست بار بار خدا یاد آ گیا



تیرے فراق کی راتیں کبھی نہ بھولیں گی
مزے ملے انہی راتوں میں عمر بھر کے مجھے



باندھ کر عہدِ وفا مجھ سے گیا ہے کوئی
اے میری عمر رواں اور ذرا آہستہ



اک عمر کٹ گئی خزاؤں کی دھوپ میں
ہم نکلتے بہار سے کم آشنا ہوئے



دوستی اُن سے بُری ہو یا بھلی چلتی رہے
عمر کٹ جائے مگر یہ دل لگی چلتی رہے



یہ بھی اک مقام ہے کچھ لوگ عمر بھر
نظارگی کے شوق میں منظر بنے رہے





کچھ اپنا ہوش تھا نہ تمہارا خیال تھا
یوں بھی گزر گئی شبِ فرقت کبھی کبھی



فرقت قبولِ اشک کے صدمے نہیں قبول
کیا آئیں ہم رقیب تیری انجمن میں ہے



اُسے کیا ہمنشیں سمجھیں کہ کیوں روتے ہیں فرقت میں
جگر کی آگ کو ہم اپنے اشکوں سے بجھاتے ہیں



چلے آتے ہیں سب مجھ کو شبِ فرقت میں سمجھانے
انہیں بھی کوئی اپنے ساتھ لے آتا تو کیا ہوتا



دردِ فراق کا اب یہ عالم ہے
اُن سے مل کر بھی کم نہیں ہوتا



گر کسی سے مراسم بڑھانے لگتے ہیں
تیری فرقت کے دکھ یاد آنے لگتے ہیں



شامِ فراق ذکرِ جوانی میں کٹ گئی
کیا رات تھی کہ ایک کہانی میں کٹ گئی



دردِ فرقت کا اب یہ عالم ہے
اُن سے مل کر بھی کم نہیں ہوتا



نہ وہ یادوں کا چڑھتا دریا نہ فرقتوں کی اداس برکھا
یوں ہی ذرا سی کک ہے دل میں جو زخم گہرا تھا بھر گیا وہ



داغِ فراقِ محبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خاموش ہے



کس روز تیری یاد کے ماتم نہیں ہوتے
صدمے تیری فرقت کے کبھی کم نہیں ہوتے



وہی دکھڑا ہے فرقت کا وہی جھگڑا ہے الفت کا
تجھے اے داغِ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے



❖
 نہ اٹھے گا دل نازک سے صدمہ رنجِ فرقت کا
 الہی میرے دل سے انہیں بے خبر رکھنا

❖
 جس کی یادوں سے مہکتی ہے میری شامِ فرقت
 اس سے ملنے کی کوئی شکل نکالی جائے

❖
 میں بھی شبِ فراق میں سو جاتا چین سے
 ہوتی جو موت میرے اپنے اختیار میں

❖.....❖.....❖

قافلے

یہ میری بد نصیبی ہے کہ تقدیر کی سازش
 خوشی کے قافلے بچ کر میرے گھر سے نکلتے ہیں

❖
 اتر رہا ہے تجلی کا قافلہ یارو
 سحر کے دام میں خورشید کا شکار کرو

❖
 عجیب موڑ پہ ٹھہرا ہے قافلہ ذل کا
 سکون ڈھونڈنے نکلے تھے وحشتیں بھی گئیں

❖
 میں سو رہا تھا کسی یاد کے شبستانوں میں
 جگا کے چھوڑ گئے قافلے سحر کے مجھے

❖
 نہ آرزوؤں کا جھگھٹ نہ خواہشوں کا ہجوم
 ہم اپنے ساتھ کوئی قافلہ نہیں رکھتے

❖
 کیا خبر قافلہ زیست کہاں سے گزرا
 دل کسی نپتے ہوئے بیاباں کا پتہ دیتا ہے



ہزار پھول کھلے اپنا قافلہ نہ رکا
دلوں پہ داغ لئے ہم چن سے گزرے ہیں



جب سنبھل سنبھل کے وہ مجھ سے بات کرتے ہیں
عارضوں سے رنگوں کے قافلے گزرتے ہیں



ہمارے سامنے کچھ غم کے قافلے گزرے
پھر اس کے بعد اسی راستے سے ہم گزرے



رنگ چن اڑا اڑا چہرہ گل بجا بجا
اب کے یونہی گزر گیا قافلہ بہار کا



اب تک اُترتے ہیں وہاں خوشبو کے قافلے
بھولے سے جس جگہ لکھ دیا تھا تمہارا نام



ٹھہر گئے ہیں قافلے کہاں محبت کے
ہر ایک راہ گزر سوغوار ہے ساقی



قافلہ جیسے اجالوں کا یہیں اترے گا
وقت سے پہلے چراغ اپنے بجھائے ہم نے



جستجوئے منزل میں اک ذرا جو دم لینے
قافلے ٹھہرتے ہیں راہ بھول جاتے ہیں



پھر سے رواں ہوئے ہیں تمنا کے قافلے
یادوں کی دھول حد نظر تک اڑائیے



کچھ لوگ قافلے والوں سے یہ باتیں کر رہے تھے
چھوٹ گیا وہ پیچھے جس کا مجھے انتظار تھا



شکستہ پا راہ میں گزرے دنوں کو بلا رہا ہوں
جو قافلہ میرا ہمسفر تھا مثال گرد سفر گیا وہ



چاہتوں کے قافلے راہ وفا میں کھو گئے
گرد کچھ اتنی پڑی ہم پر کہ پتھر ہو گئے



بڑا مضبوط ہے قسمت کا پہیہ جس کے چکر نے
ہمیں مجبور کر کے دامن صحرا میں لا پھینکا

قسمت



اپنی قسمت میں نہ تھا تیری محبت کا حصول
دل میں کانٹے انہی صدموں کے چھو لیتے ہیں



اگر ناکام ہی رہنا لکھا ہے میری قسمت میں
تو یا رب میرے دل کو بے نیاز آرزو کر دے



میں نے دیکھا ہی نہیں ایسا قسمت کا دھنی
جو تیرے تیر نظر کا شہر میں گھائل نہیں



قسمت نے یہ سلوک کیا زندگی کے ساتھ
آئے ہیں اشک آنکھوں میں اکثر ہنسی کے ساتھ



عمر بھر ہم قطرہ محبت کو ترے
دریا تھا سامنے قسمت کی بات ہے



قافلے بڑھ کے اُسے لائے ہیں منزل کے قریب
رہ گزر پر جو مرے نقش قدم نے لکھا



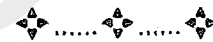
اک اک کر کے خود سے بچھڑنے لگے ہیں ہم
دیکھو تو جا کے قافلہ سالار کون ہے



راستوں نے منزل کے کتنے خواب دیکھے ہیں
قافلوں کی خواہشوں میں ایک دو ہی مسکن تھے



اس عنبریں کی زلف پریشاں کو دیکھ کر
بے تاب ہو گئے ہیں چناروں کے قافلے



❖
 جھوٹی تسلیوں کے سوا کچھ نہ دے سکا
 قسمت کا دیوتا بھی شاید غریب تھا
 ❖

❖
 زردار کی قسمت میں زباں بھی ہے مکان بھی
 بے زر کے مقدر میں نہ دنیا ہے نہ دین ہے
 ❖

❖
 ہاتھوں میں بہہ رہی ہے لکیروں کی آب جو
 قسمت کا کھیت پھر بھی ہے بنجر پڑا ہوا
 ❖

❖
 ترتیب زندگی کوئی مشکل نہ تھی مگر
 قسمت نے ہم کو ہاتھ ہی ٹوٹے ہوئے دیئے
 ❖

❖
 وہ آج ہم کو بتاتے ہیں قسمتوں کا حال
 زمین پر رہ کر جو تاروں کی بات کرتے ہیں
 ❖

❖
 نیند کچھ ہم کو ہی آتی نہیں ناصرد
 اپنی قسمت کو تو سوئے ہوئے عرصہ گزرا
 ❖

❖
 میری قسمت کے مجھے اشک ہی پینے کو ملے
 میری قسمت میں محبت کا کوئی جام نہ تھا
 ❖

❖
 کچھ ناخدا کے فیض سے ساحل بھی دور تھا
 کچھ قسمتوں کے پھیر میں گرداب لے گیا
 ❖

❖
 ہم جھیل جھیل اڑتے رہے ہنس کی طرح
 قسمت میں جو نہ تھا وہ کنول ڈھونڈتے رہے
 ❖

❖
 ہے اپنی اپنی قسمت ہے ظرف اپنا اپنا
 انہیں راحتیں مبارک میرا غم مجھے گوارا
 ❖

❖
 شام غربت میں صبح مسرت کہاں
 میری قسمت میں اُن کی محبت کہاں
 ❖

❖
 جستجو اُن کی میرا مقصود ہے لیکن مجھے
 شمس وہ مل جائیں ایسی میری قسمت کہاں
 ❖

قربت

دل بھی آمادہ ہے کچھ کچھ اب جدائی کیلئے
رنجشیں اتنی ملی ہیں قربتوں کے درمیان



یہ قربتوں میں عجب فاصلے پڑے کہ مجھے
ہے آشنا کی طلب آشنا کے ہوتے ہوئے



کیا خبر تھی مجھ کو لے ڈوبے گا قربت کا نشہ
میری سرشاری میں وہ پیچھے کہیں رہ جائے گا



ڈوب کر درد میں کچھ خواب سجا لوں میں بھی
تیری قربت کا کوئی لمحہ چرا لوں میں بھی



ترسا تھا جس وجود کی قربت کو عمر بھر
وہ مل گیا تو اور بھی تنہائی بڑھ گئی



کھلی زلفیں لبوں پر مسکراہٹ آنکھ میں کاجل
تیری قربت میں جنت بن گئی زندگی اپنی



اب ہاتھ کی لکیروں میں تیرے بچا ہے کیا
لکھا تھا جو قسمت میں وہ تجھ کو مل گیا



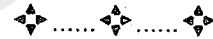
کریں کس سے کیا شکایت یہ ہے اپنی اپنی قسمت
مجھے ڈھونڈتے ہیں طوفان تیرے ساتھ ہیں کنارے



شوق سے خود جو میرے راہ نما ہوتے ہیں
میری قسمت کے وہی آبلہ پا ہوتے ہیں



جنہیں حاصل ہے تیرا قرب خوش قسمت سہی لیکن
تیری حسرت لئے مر جانے والے اور ہوتے ہیں





دشت میں جس طرح گم گشتہ منزل سرشام
کتنی سنگین ہے میرے لئے قربت اس کی



قربت تو بڑی چیز ہے اے جان تمنا
اس دل کی تسلی کو تیرا نام بہت ہے



تجھے کسی کی قربت نصیب ہو خدا کرے
ہمیں تو تیری رفاقت بھی میسر نہیں



میں نے یہ اعجاز بھی دیکھا ہے تیرے شہر میں
قربتوں کا راستہ بھی فاصلوں میں کھو گیا



ایسے جذبے ہیں کہ محتاج نہیں لفظوں کے
انگلیاں بولنے لگتی ہیں تیری قربت میں



ڈوب کر درد میں کچھ خواب چرا لوں میں بھی
تیری قربت کا کوئی لمحہ چرا لوں میں بھی



تیرے بدن کی مہک بس گئی ہے سانسوں میں
جداؤں میں بھی اترا نہ قربتوں کا نشہ



عشق رکھنا چاہتا تھا ایسے عالم میں مجھے
قربت کامل بھی ہو اور فاصلہ بھی کم نہ ہو



دیکھو تو اک خواب جو سوچو تو ایک خیال
لمحے قربتوں کے بھی کیا مختصر ملے



بس چلے تو کہیں رکھ کے بھول جاؤں انہیں
عذاب جاں ہیں قربت کے چند لمحے بھی



قربتیں صرف اتنے لمحوں کی
فاصلہ اس سے جتنے سال کا تھا



قربت کے سائے میں ہے محبت چھپی ہوئی
تو کتنا دل کے پاس ہے یہ دور جا کے دیکھ



❖
تغافل کی یہ عادت ترک کر دو
نہیں تو اپنی قربت ترک کر دو

❖
قربت کا وہ پرکیف تسلسل کہاں ڈھونڈوں
اے عالم تنہائی کے لمحات کہاں ہو

❖
کسی کے قرب کا احساس کتنا پیارا ہے
میرے قریب ہے جیسے کوئی خدا کی طرح

❖
عجیب سحر کا عالم تھا اس کی قربت میں
وہ میری پاس تھا اور میری دسترس میں نہ تھا

❖.....❖.....❖

گھڑی
گھڑی بھر کے لئے ٹھہرے تھے تم جس پیڑ کے نیچے
سنا ہے آج تک اس پیڑ کا سایہ مہکتا ہے

❖
زندگی میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن
ایک تیرے آنے سے پہلے اک تیرے جانے کے بعد

❖
ہر گھڑی ہے حادثوں کا اک نیا ہی سلسلہ
لڑکھاتی خواہشوں کا کارواں ہے زندگی

❖
کوئی تو ایسی گھڑی زندگی میں آئے کبھی
وہ پاس آئے تو پھر لوٹ کر نہ جائے کبھی

❖
دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

❖
وقت کی ڈور خدا جانے کہاں سے ٹوٹے
کس گھڑی سر پر یہ لٹکی ہوئی تلوار گرے



ذرا سی روشنی ملتی چراغ دل جلا لیتے
نظر کی پیاس بجھ جاتی گھڑی بھر مسکرا لیتے



اپنے بچے کا ہے رکھا نام میرے نام پر
اس گھڑی سے آنکھ وقف بام ہو کر رہ گئی



غافل تھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی



زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگائے جاتے ہیں



گزار دی تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہی کی یاد میری زندگی ہے



تسلیم کہ سچے پھولوں کی خوشبو میں خبر ہو جاتی ہے
لیکن وہ گھڑی بھی آتی ہے جب شہر بدر ہو جاتی ہے



دیوانہ بے خودی میں بڑی بات کہہ گیا
اک حشر کی گھڑی کو ملاقات کہہ گیا



گھڑی گھڑی نہ ادھر دیکھئے کہ دل پہ ہمیں
ہے اختیار پر اتنا بھی اختیار نہیں



وہ وقت بھی دیکھے ہیں تاریخ کی گھڑیوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی



پھر چھیڑ دی ہے تو نے گئی ساعتوں کی بات
وہ گفتگو نہ کر کہ تھے بھی ملال ہو



تھکی تھکی سی فضا میں بجھے بجھے تارے
بڑی اداس گھڑی ہے ذرا ٹھہر جاؤ



سمجھے ہیں ہم تو میر کو عاشق اس گھڑی
جب سن کے تیرا نام وہ بے تاب سا ہوا



گھر

سننے ہیں کہ اپنے ہی تھے گھر لوٹنے والے
اچھا ہوا میں نے یہ تماشا نہیں دیکھا



چشم انجمن ہے بہت ترسی ہوئی
ایک گھڑی کو تیرا چہرہ چاہوں



ڈھونڈنے نکلا ہوں میں انسان لوگو شہر میں
جس گھڑی بکنے لگے ایمان لوگو شہر میں



وہ سکون بدوش لمحے یہ الم نصیب گھڑیاں
مجھے یاد آ رہا ہے تیرے قرب کا زمانہ



تیرے ماتھے پر جب پھولوں کی لڑی ہوگی
ہم پر وہ وقت کی مشکل گھڑی ہوگی



ہم نے ہر بار لوٹنے میں ہی عافیت جانی
اگرچہ اس کے گھر کی دیوار تلک جاتے تھے



نہ راستے ہی میں ٹھہریں نہ اپنے گھر جائیں
یہ فیصلے کی گھڑی ہے چلو بکھر جائیں



کہاں سے آئی کرن زندگی کے زنداں میں
وہ گھر ملا تھا مجھے جس میں کوئی در ہی نہ تھا



بجھا کے طاق کی شمعیں نہ دیکھ تاروں کو
اس جنون میں تو برباد گھر ہمارے ہوئے



بربادی کا میلہ دیکھوں قیصر اپنی آنکھوں سے
میرے گھر کو چھوڑ دیا ہے بستی پھونکنے والوں نے



سو بار کہا ہے نہیں گھر میں کوئی اپنا
دل آج بھی روتا ہے گھر جائیں گے اک دن



اک عمر چلا اور تیرے گھر تک نہیں پہنچا
یہ ایک گلی بھر کی مسافت بھی عجیب ہے



اے نزاکت تیرے قربان کہ وقت رخصت
وہ کہیں ہم سے کہ گھر تک نہیں جایا جاتا



گھر خود کہتا ہے اب مجھ پر ویرانی کا سایہ ہے
در پر دستک دینے والے تو تاخیر سے آیا ہے



وہ کس امید پہ گھر میں رہے کہ جب گھر میں
نہ آنے والا کوئی نہ جانے والا ہو



عین ممکن ہے تعمیر کا فن آ جائے
ریت کے گھر ہی لگاتار بناتے جاؤ



گھر کے دیئے تو لوگوں میں تقسیم کر دیئے
آنگن کی روشنی کو مہتاب لے گیا



میری نظر میں ہیں کچے گھروں کی دیواریں
نہ اٹھ سکیں گے میرے ہاتھ بارشوں کیلئے



دروازے پر دستک دیتے موسم کے تیور دیکھو
باہر کا طوفان گھروں کے اندر بھی آ سکتا ہے



ڈرا رہے ہیں مجھے میرے گھر کے سناٹے
ترس گئی ہے میری تنہائی ہم خن کے لئے



اب تک خبر نہ تھی مجھے اجڑے ہوئے گھر کی
تم آئے ہو تو گھر بے سرو سامان نظر آیا



بستی کے سارے لوگ ہی آتش پرست تھے
گھر جل رہے تھے اور سمندر قریب تھا



وہ لوگ رہ زیست میں یاد آتے ہیں اکثر
جن لوگوں نے دو چار قدم ساتھ دیا ہے

لوگ



ہم سفر ہوتا کوئی تو بانٹ لیتا دوریاں
راہ چلتے لوگ کیا سمجھیں میری مجبوریاں



اس قدر درد سے مانوس ہوتے ہیں ہم لوگ
کوئی زخموں کو نہ چھیڑے تو گلہ کرتے ہیں



اپنی پرچھائیں سے باہر نہیں آتا کوئی
کیا عجیب لوگ ہیں یہ کاغذی شہرت والے



یہ کس سکوت کے صحرا میں قید ہیں ہم لوگ
کہ زندگی کی کہیں دور تک صدا بھی نہیں



جو امن کا گہوارہ تھا اس شہر کے کچھ لوگ
اپنے ہی عزیزوں کا گلا کاٹ رہے ہیں



عجب جنون مسافت میں گھر سے نکلا تھا
خبر نہیں کہ سورج کدھر سے نکلا تھا



عذاب آئے تھے ایسے کہ پھر نہ گھر سے گئے
وہ زندہ لوگ مرے گھر کے جیسے مرے گئے



تم نے دیکھا ہے کبھی گھر کو بدلتے ہوئے رنگ
آؤ دیکھو نا تماشہ میرے غم خانے کا



آج تو دل بھی دکھا ہے گھر بھی یاد آیا بہت
اور پھر ان چاندنی راتوں نے تڑپایا بہت





عجیب لوگ ملے کل تیرے دیار سے دور
جو خود کو بھول گئے اور تجھے بھلا نہ سکے



ہم نے تو اپنے احباب سے چوٹیں کھائیں
لوگ کر لیتے ہیں غیروں پہ بھروسہ کیسے



بار کیوں گزرے ہے لوگوں پہ ذہانت میری
یہ میرا جرم ہے تو مجھ کو سزا دی جائے



میں نے وہ بات بھی پڑھ لی جو عبارت میں نہ تھی
لوگ مصروف ہیں حاشیہ آرائی میں



پڑھنے کا سلیقہ ہو تو پڑھ لیتے ہیں کچھ لوگ
پانی پہ لکھی ہوئی تحریر ہوا کی



مانا ہماری ذات میں سو عیب ہیں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم فقیر لوگ



ہوا کے ساتھ بدلتا ہے ان کا حسن سلوک
حسین لوگ بھی ہوتے ہیں موسموں کی طرح



لوگ جب اپنی جوانی کی قسم کھاتے ہیں
یاد آتا ہے ہمیں خواب پریشان ہونا



لوگ اس شہر کو خوشحال سمجھ لیتے ہیں
رات کے وقت بھی جو جاگ رہا ہوتا ہے



عجیب لوگ ہیں کچے مکان میں رہتے ہیں
نہیں خبر کہ یہاں بارشیں بھی ہوتی ہیں



غیر لوگوں نے کیا ہے میرے سچ کا اعتراف
اپنے لوگوں نے سر بازار جھٹلایا مجھے



جگہ وہی ہے مگر لوگ کھو گئے ہیں کہیں
یہاں تو ہم نے بھی کچھ زندگی گزاری تھی



نہ جانے کون سی منزل پہ جا پہنچا ہے دل میرا
کہ ہر حسرت گفل مل کے رخصت ہوئی جاتی ہے

منزل

یہ حوصلہ ہے کہ منزل تلاش کر لیں گے
ہمارے ساتھ وہ شامل رہے نہ رہے

ڈالوں کہاں پڑاؤ کہ راستے بھی ہیں رواں
منزل کہاں ملے کہ وہ خود قافلے میں ہے

دوری ہی پھر اچھی تھی نزدیکی منزل سے
کشتی کو ملا ساحل نکرا گئی کشتی ساحل سے

خط تو اس کو لکھا جاتا ہے جو کسی منزل پہ ہو
تم کو کیا خط لکھوں تم تو میرے دل میں ہو

ہر نئی منزل پر مجھ کو آگہی بن کر ملا
جب بڑھیں تاریکیاں وہ چاندنی بن کر ملا

تجھ سے ملنے کی تو ہر لمحہ دعا کرتے ہیں
ہم گنہ گاروں کو کب لوگ سنا کرتے ہیں

لوگ ہنستے ہیں تو اس سوچ میں کھو جاتا ہوں
موج سیلاب نے پھر کس کا گھروندا ڈھایا

کی ہوئی ہے زمانے میں اعتبار کی جب سے
ضمیر سچ کے لوگوں نے کاروبار کیا

جو بات کرتے ہیں کم اور مختصر سی عدم
وہ لوگ کتنے قرینے کی بات کرتے ہیں



❖
اس سفر میں راستوں کے زخم ہیں منزل نہیں
اور ہم دونوں ہیں ان دیکھے دیاروں کے سفیر

❖
راہ دشوار سہی عزم سفر پیدا کر
حوصلہ خود ہی تیرا راہبر منزل ہوگا

❖
وہ جس کے فیض سے منزل قریب ہو جائے
اسی چراغ سحر راہ گزر کی بات کرو

❖
ابھی جنوں ہے کہاں انتہا کی منزل ہے
ابھی تو باقی ہے دامن میں تار اے ساقی

❖
منزل کی تمنا ہے تو درکار ہے جرات
راہ سے ہٹا دیجئے اس سنگِ گراں کو

❖
کہیں اجڑی سی منزلیں کہیں ٹوٹے پھوٹے بام و در
یہ وہی دیار ہے دوستو جہاں لوگ پھرتے تھے رات بھر

❖
کرونگا عمر بھر راہ بے منزل محبت کی
اگر وہ آستان اس راہ کی منزل نہ بن جائے

❖
چلنے کو چل رہا ہوں پر اس کی خبر نہیں
میں ہوں سفر میں یا میری منزل سفر میں ہے

❖
ہر قدم اٹھتا ہے اپنے جذبہ کامل کے ساتھ
شوق بڑھتا جا رہا ہے دوری منزل کے ساتھ

❖
جب حوصلے جوان تھے تو منزل نہ مل سکی
منزل ملی تو دل میں کوئی حوصلہ نہ تھا

❖
صرف اک قدم اٹھا تھا غلط راہ شوق میں
منزل تمام عمر ہمیں ڈھونڈتی رہی

❖
عجیب رام کہانی نئے سفر کی ہے
کہ منزلوں سے چلے آگئے سراپوں تک

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

مہربان

❖
زمانے بھر میں مسرت کا ساہبان نہ ملا
کہ مجھ کو تیری طرح کوئی مہربان نہ ملا

❖
وہ میرے بعد روتے ہیں اب ان سے پوچھے کوئی
کہ پہلے کس لئے ناراض تھے اب مہربان ہوئے ہو

❖
دل کا قصہ دلبری کی داستان اچھی لگی
اپنی جانب اک نگاہ مہربان اچھی لگی

❖
وہ جن کے عشق و محبت پہ مجھ کو ناز رہا
مرا نصیب وہی مجھ پہ مہربان نہ ہوئے

❖
ٹیس بن جاتی ہے گزرے ہوئے لمحوں کی بہار
روٹھ جانے کے لئے کیوں مہربان ہوتے ہیں لوگ

❖
یہ بھی کیا کم ہے کہ تیری تمنا میں جیوں
لطف منزل نہ سہی حسرت منزل ہی سہی

❖
نیرنگی سیاست دوران تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

❖
حسرت پہ اُس مسافر بے کس کی رویئے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

❖
تیری یادوں کا کبھی جو کارواں ملتا نہیں
ہم کو اپنی منزل کا کچھ نشان ملتا نہیں

❖.....❖.....❖



خود داریاں ہی راہ میں حائل رہیں عدم
تم سے گلہ ستم کا، مہرباں نہ کر سکے



روش اب دشمنوں نے ایسی کچھ بدلی ہے اے عرشی
کہ اپنے مہربان بھی مجھ سے پہچانے نہیں جاتے



بلا سے بات نہ مانے مگر سننے تو سہی
وہ مہرباں نہ سہی مہرباں (لگے تو سہی)



یہ عنایت غضب کی یہ بلا کی مہربانی
میری خیریت بھی پوچھی کسی اور کی زبانی



شکریہ ان کا کیوں سحر میں نہ آدا
مہربان ہو کے خود وہ آئے ہیں



تم اور اتنی کشادہ دلی سے پیش آؤ
میں سوچتا ہوں کہ ستم ہے کہ مہربانی ہے



وہ لوگ اٹھ گئے جن سے سروں پہ سایہ تھا
جو ہم سفر ہیں وہ پہلے سے مہربان نہ رہے



مہربانیوں نے ہمیں اشفاق اتنے غم دیئے
اک مٹ جائے اگر تو دوسرا رہ جائے گا



تجھ کو اپنی زندگی کا پاسبان سمجھا تھا میں
یعنی ایک نامہرباں کو مہرباں سمجھا تھا میں



وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہربان کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی



چاہتا ہے میرے دل کو جو ملتا ہے مہربان
چاہتا ہے دل جسے وہ مہربان ملتا نہیں



صہباً وہ روشنی جو بہت مہربان تھی
کیوں میرے راستے میں اندھیرے بچھا گئی



محبت

آپ برہم ہی سہی بات تو کر لیں ہم سے
کچھ نہ کہنے سے محبت کا گماں ہوتا ہے



ہم محبت کو عبادت ہی سمجھتے رہ گئے
کیا خبر تھی ہجر کے دوزخ میں ڈالے جائینگے



زمانے میں کوئی محبت کا چراغ نہیں ہوتا
دل بیوفا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا



اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا



کہتے تھے ہم سے جی نہ سکیں گے تیرے بغیر
یہ کیا ہوا کہ تجھ سے محبت نہیں رہی



محبت ایسی دھڑکن ہے محبت ایسا جذبہ ہے
جسے محسوس کر سکتا ہے دل سمجھتا نہیں لیکن



آغوش نے زمین کی ہم کو پناہ دی
ہم مہربان سمجھتے رہے آسمان کو



ہنسی کے رنگ بہت مہربان تھے لیکن
اداسیوں سے ہی نبھتی خمیر ایسا تھا



تمام عمر مجھے ٹوٹنا بکھرنا تھا
وہ مہرباں بھی کہاں تک سمیٹتا مجھ کو



میں تجھ سے کیسے کہوں یار مہربان میرے
کہ تو علاج نہیں میری ہر اداسی کا





محبتوں کا نہیں نفرتوں کا طالب ہوں
وہ شخص بھی ہے اگر بدگماں تو اچھا ہے



کوئی بھی جنس محبت کا خریدار نہیں
آگئے ایک نظر ڈال کے بازاروں پر



تو نے جو نام محبت میں مجھے بخشا تھا
اب اُسی نام سے دنیا مجھے جانتی ہے



ذرا سی چھیڑ بھی کافی ہے مضرب محبت کی
کہ نغمے مضرب ہیں بربط ہستی کے تاروں میں



آپ دیکھیں تو سہی ربط محبت کیا ہے
اپنا افسانہ ملا کر میرے افسانے میں



میں کیسے راہ محبت پہ گامزن ہوتا
ہر سمت میں کم ظرف و کم نظر ہیں بہت



ہم نے لٹ کے محبت کی روایت رکھ لی
ان سے تو پوچھئے وہ کس لئے پچھتاتے رہے



محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
میرا مجبور کر دینا تیرا مجبور ہو جانا



ناواقف آداب محبت ہے یہ دنیا
اب کوئی محبت کی حماقت نہیں کرتا



محبت ترک کی میں نے گریبان سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو جا زہر یہ پی لیا میں نے



نگاہیں اُن سے ملتی ہیں جن سے کچھ تعلق ہو
محبت کی نظر سے ہر شہر دیکھا نہیں جاتا



بجھ چکے ہیں مرے سینے میں محبت کے کنوئل
اب ترے حسن پشیمان سے مجھے کیا لینا ہے



محفل

آ جا کہ انتظار کے سب دیپ بجھ گئے
کب تک تصورات سے محفل سجائیں ہم



ٹھوکریں مار کر محفل سے اٹھاتے ہیں مجھے
اور ایک پاؤں سے دامن بھی دبا رکھا ہے



ساقی تیری محفل میں سبھی جھوم رہے ہیں
ہم ہیں کہ نگاہوں سے بھی محروم رہے ہیں



پریم گیت سناؤ تار رباب کو چھیڑو
محفل میں آج مہمان ہیں چاند اور ستارے



ان کی محفل میں ذکر ہمارا ہی ہوتا ہے
محبّتوں میں نہ سہی نفرتوں میں ہی سہی



تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہمان ہیں گھڑی بھر کے ہمارا کیا ہے



پھول چاہے تھے مگر ہاتھوں میں آئے پتھر
ہم نے آغوشِ محبت میں سلانے پتھر



اس سے آگے جو رستہ ہے وہاں نفرت ہے
ہم محبت میں بہت دور نکل آئے ہیں



مجبور محبت لاکھ سہی اظہارِ محبت مشکل ہے
کہتی ہے یہ سرخی آنکھوں کی میں ان کو بہت یاد آتا ہوں



ایک لفظ محبت کا ادنیٰ سا فسانہ ہے
سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے





نگاہیں مل گئی تھیں میری اُن کی رات محفل میں
یہ دنیا ہے بس اتنی بات پھیلی داستان ہو کر



زبانوں کو نہیں کھلنے کی طاقت بزم میں تیری
نگاہوں کو نہیں یارا کہ اٹھیں تیری محفل میں



محبت نے کیا بدنام و رسوا اس قدر مجھ کو
کہ ہر محفل میں میری داستان دہرائی جاتی ہے



غم ایام نے مدت سے نغمے چھین رکھے تھے
تیری محفل میں آ کر غزل خواں ہو گئے آخر



محفل کا لطف اس لئے تنہائیوں میں ہے
تیرا خیال روح کی گہرائیوں میں ہے



ڈھونڈنے خوشیاں چلا تھا تیری محفل کی طرف
درد کے شعلے لگے بڑھنے مرے دل کی طرف



اے شمع بتا اُس وقت تیرے معصوم سے دل پر کیا گزری
جب لاش تیرے پروانے کی محفل سے اٹھائی لوگوں نے



یہ بھی کیا فرصت نہیں ان کو رقیبوں سے ذرا
اپنی محفل میں کبھی تو یاد فرمائیں ہمیں



تمناؤں سے بھی ایک رنگ مایوسی نمایاں ہے
بھری محفل ہے لیکن میری تنہائی نہیں جاتی



فریب جاں دم خلوت مگر سر محفل
ہیں اجنبی سے بھی بڑھ کر وہ آشنا آنکھیں



میری خواہش ہے کہ لوگوں کی چُرا کر آنکھیں
اپنی آمد کا تماشا سر محفل دیکھوں



ایک ہی آنسو لرز کر کہہ گیا سب راز دل
ہم تیری محفل میں اگرچہ سنجیدہ رہے



❖
میں جا چکا ہوں آپ کی محفل کو چھوڑ کر
آواز بار بار نہ دو مجھ کو دوستو

❖
آج سر محفل دیکھا تو اس طرح منہ موڑا
جیسے آپ نے ہمیں چاہا نہ ہو کبھی

❖
بیٹھے ہیں پاس پھر بھی ہیں صدیوں کے فاصلے
ہم کو تو محفلوں میں بھی تنہائیاں ملیں

❖
ڈھونڈتا ہے تو محفل انجم میں روشنی
سوز دروں کے نور کو پرغم بنا کے دیکھ

❖.....❖.....❖

نام
زندگی بے فیض تھی اتنی تو کیوں بخشی گئی
میں نہیں ہوں گا تو میرا نام پوجا جائے گا

❖
سبجا ہے خوف رسوائی مگر میں کیا کروں آخر
کسی کا نام لینے سے مجھے آرام ملتا ہے

❖
دل کے لٹنے کا سبب نہ پوچھو سب کے سامنے
نام آئے گا تمہارا یہ کہانی پھر سہی

❖
کچھ نام لکھے ہی تھے ابھی میرے قلم نے
کاغذ کی طرح آگ لگا دی گئی مجھ کو

❖
میں اپنی بادہ نوشی کا تدارک کر نہیں سکتا
جوانی لغزشوں کا ایک دلکش نام ہے ساقی

❖
ترتیب انہیں دے کے ذرا غور سے پڑھ لے
چہروں کی خراشوں میں تیرا نام لکھا ہے



ڈھونڈیں کہاں سحر کو تمہیں اے غزال شب
اب نام بھی تو یاد تمہارا نہیں ہمیں



رکنے کا نام تک نہ لیا اہل شوق نے
دم لینے کو جو بیٹھے وہ بیٹھے ہی رہ گئے



جب بھی ہوا اداس ترا نام لے لیا
کتنی عقیدتیں ہیں تیرے نام سے مجھے



گزرے ہوئے لمحے کی وہ بے نام کک ہوں
تم جس کی تمنا میں پریشان پھرو گے



کبھی پتھر سے لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں
کتنے سادہ ہیں لوگ تیرا نام مٹانے والے



میں تیری بزم میں کس کس سے دشمنی لیتا
لکھا تھا نام تیرا بے شمار چہروں پر



جب بھی ناکام محبت کا کوئی ذکر کرے
لوگ سنتے ہی میرا نام بتا دیتے ہیں



یونہی تنہائی میں اب دل کو سزا دیتے ہیں
نام لکھتے ہیں تیرا لکھ کے مٹا دیتے ہیں



رکھا ہے میں نے دل میں بہت احترام سے
جو غم دیا ہے تم نے محبت کے نام سے



اب بھی ہونٹوں پہ الجھتے ہیں تیرے نام کے حرف
اب بھی سانسوں میں مہکتا ہے وہ آئجل جانناں



وہ شخص کہ میرے نام سے جس کو نفرت تھی
میں چھوڑ آیا تو رو رو کر ہلکان ہوا



اس رات کی ندامت پنہاں نہ پوچھئے
جب بے خودی میں لب پہ تیرا نام آ گیا



پھر یوں ہوا کہ غیر کو دل سے لگا لیا
اندر وہ نفرتیں تھیں کہ باہر کے ہو گئے

نفرت



دل میں نفرت پالنے والوں سے یہ پوچھے کوئی
روشنی کے شہر میں کیوں تیرگی لائی گئی



دل کی نفرت کاٹ ڈالے گی تعلق کی جڑیں
ہاتھ لیکن گرم جوشی سے ملایا جائے گا



شہر خواباں جل رہا ہے نفرتوں کی آگ میں
سو رہا ہے بے خبر میرا نگہاں دیکھئے



کس طرح دور ہوں یہ مقدر کی ظلمتیں
انسان نفرتوں کے جزیروں میں بٹ گئے



تیری نفرت کا یہ انداز بصد شوق قبول
میری چاہت میری الفت مجھے واپس کر دے



بات جب گردش ایام تک آ جاتی ہے
خود بخود بڑھ کے تیرے نام تک آ جاتی ہے



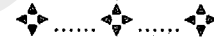
فضائے ذہن میں ایک نام ہے جو گونجتا ہے
یہ ایک لفظ بھی خوشبو نے کیوں دیا ہے مجھے



سمجھے ہیں تو میر کو عاشق اس گھڑی
جب سن کے تیرا نام وہ بے تاب سا ہوا



یہ کوئی واردات ہے جس کو کہیں کہ ہو گئی
درد اُسی کا نام ہے جو شب غم اٹھا نہیں





انسان سے محبت کی سزا کتنی کڑی ہے
نفرت کے طمانچے میری رخسار تک آئے



تم کیا جانو یار سلیم نفرت کیسی ہوتی ہے
ہم بستی کے رہنے والے شہر میں پہلی بار آئے



زمین میں بوتے رہو گے جو بیج نفرت کے
زمین سے اگنے لگے گا اناج پتھر کا



قدم قدم پہ نفرت منافقت یہ ہجوم
ہمارے عہد کا تحفہ ہے نئی نسل کے لئے



محبتوں سے بڑے نفرتوں کے رشتے ہیں
وہ مجھ میں زندہ رہے گا عداوتوں کی طرح



نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انہیں نفرتوں کی ہوا نہ دے



میرے ان کے درمیان نفرت سہی رشتہ تو ہے
رابطہ قائم ہے بلا سے گفتگو ہو یا نہ ہو



اس سے آگے جو رستہ ہے وہاں نفرت ہے
ہم محبت میں بہت دور نکل آئے ہیں



دنیا کی نفرتیں مجھے قلاش کر گئیں
اک پیار کی نظر اس کا سے میں ڈالے



ہمیشہ پیار کے پودے اگائے ہیں میں نے
زمین شعر میں نفرت کا بیج بویا نہیں



میں نے دشمن کو بھی احساس محبت بخشا
میرے اپنے مجھے نفرت کی سزا دیتے ہیں



نفرتوں کی دھول جذبوں سے ہٹاؤ دوستو
جاں بہ لب انسانیت کو زندگانی چاہئے



نگاہ

یہ بزم عام بھی اے دوست اتنی عام نہیں
نگاہیں جھکتی ہیں لیکن کسی کسی کے لئے



نفرت ہے مجھے جنگ سے اور پیار امن سے
یہ بھی اگر خطا ہے تو میری خطا سہی



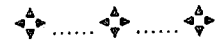
نفرت ہے اگر مجھ سے تو میں خار ہوں عارف
ورنہ میں مہکتے ہوئے پھولوں کی طرح ہوں



نفرتوں کے گرد رستہ کاٹتی ہر موڑ پر
عشق کی خوشبو میں اڑتے کوبکو میں اور تو



نفرتوں کا خوف ذہن میں ایسا سما گیا
آہٹ ہوئی تو اپنے ہی سائے سے ڈر گیا



ٹھنڈی ہوا چلی تو جلیں شمعیں ہزار
جو غم نگاہ میں چمکا تھا اب کھکشاں ہوا



شکوک مٹ گئے ناراضگی تمام ہوئی
میری نگاہ نے کچھ اس طرح کلام کیا



کچھ لڑکھڑا گئے تھے قدم بزم ناز میں
ان کی نگاہ نے اٹھ کے سہارا دیا مجھے



ان کی نگاہ واقف حالات ہو گئی
اے ضبط عشق آج تجھے مات ہو گئی



منتظر نگاہیں ہیں میری اک زمانے سے
سامنے چلے آؤ تم سی بہانے سے



اے کاش مخاطب رہیں یہ مست نگاہیں
یا رب اسی مرکز پہ ٹھہر جائے زمانہ



وہ طوطے کی طرح اپنی آنکھیں پھیر لیتا ہے
اُسے اندر کا انساں باوفا ہونے نہیں دیتا



میری نگاہ ناز کا تم انتخاب ہو
ثانی نہیں تمہارا تنہی لا جواب ہو



کھڑی ہوں منتظر کب سے اکیلی میں بیاباں میں
نگاہیں راہ نکلتی ہیں دل نادان دھڑکتا ہے



خیال کو کسی آہٹ کی آس رہتی ہے
نگاہ کو کسی صورت کی پیاس رہتی ہے



اب نگاہوں میں نہ خواہش ہے نہ حسرت و ملال
اب میرے لب پہ کہاں حرف سوال آتا ہے



ہمارا حال تو دیکھا ہمارا ظرف بھی دیکھو
نگاہ اٹھتی نہیں غم اٹھاتے جاتے ہیں



نگاہیں تو اکثر ملتی ہیں بہت حسن والوں سے
رونا مگر اس کا ہے کہ دل سے دل نہیں ملتا



ہر چیز ہے نگاہ میں گل ہو کہ برگ گل
کوئی نہیں ترے لب و رخسار کی طرح



کس کڑے دلت میں بدلی ہیں نگاہیں تم نے
جب مجھے حوصلہ ترک تمنا بھی نہیں



نگاہیں ہو گئیں پر خم ذرا آواز دے دینا
غموں میں گھر گئے ہیں ہم ذرا آواز دے دینا



حصار ہم نے بھی کھینچا تھا بے نیازی کا
تیری نگاہ کے حملے بھی بے پناہ رہے



❖
خود ہی نگاہیں جھک گئیں سامنے جب وہ آ گئے
یوں بھی ادا کبھی کبھی رسم سلام ہو گئی

❖
میں نظر سے پی رہا تھا یہ سماں بدل نہ جائے
نہ جھکاؤ تم نگاہیں کہیں رات ڈھل نہ جائے

❖
دل و نگاہ میں صدیوں کا اضطراب لئے
بھٹک رہی ہوں زمانے میں تیرے خواب لئے

❖
قریب آتھے تھے تھے میں زندگی دیدوں
تیری نگاہ کی سوغات اچھی لگتی ہے

❖.....❖.....❖

خوابیدہ حسرتوں کو بھی راحت ہوئی نصیب
زلفوں کے سائے میں جو ہمیں نیند آ گئی

نیند

❖
سزا یہ دی کہ آنکھوں سے چھین لیں نیندیں
قصور یہ تھا کہ جینے کے خواب دیکھے تھے

❖
میرے خوابوں کے دریچے سے یہ جھانکا کس نے
نیند کی جھیل پہ یہ کس نے کنول پھیلانے

❖
ہے اک عمر سے جاری یہ رنجگوں کا سفر
ہماری آنکھوں میں نیندوں کا ذائقہ نہ رہا

❖
اس تشنہ لب کی نیند نہ ٹوٹے دعا کرو
جس تشنہ لب کو خواب میں دریا دکھائی دے

❖
خواب خود نیند ہی آنکھوں میں گھلی جاتی ہے
مہکی مہکی ہے شب غم تری خوشبو کی طرح



جب شام کے سائے ڈھلتے ہیں تب یاد تمہاری آتی ہے
ہر درد پھول بن جاتا ہے ہر زخم کو نیند آ جاتی ہے



نیند آنکھوں میں رہے پھر بھی نہ سویا جائے
میں وہ پتھر ہوں کہ روؤں تو نہ رویا جائے



نیند تو خیر ان آنکھوں کے مقدر میں نہیں
کیا شب غم میں کہیں موت بھی مر جاتی ہے



نیند تو آنے کو تھی پر دل پچھلے قصے لے بیٹھا
اب خود کو بے وقت سلانے میں کچھ وقت لگے گا



سکوں بھی خواب ہوا نیند بھی ہے کم کم پھر
قریب آنے لگا دوریوں کا موسم پھر



رات کیا سوئے کہ باقی عمر کی نیند اڑ گئی
خواب کیا دیکھا کہ دھڑکا لگ گیا تعبیر کا



فراق یار قیامت سے کم نہیں ہے عدم
نہ دن کو چین نہ راتوں کو نیند آتی ہے



رات بھر میں نے کھلی آنکھوں سے سنا دیکھا
رنگ وہ پھیلے کہ نیندوں سے چرائے نہ گئے



اس ڈر سے میں سویا نہیں نیندوں کے سفر میں
کب میرے تعاقب میں وہ خوشبو نکل آئے



پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے واسطے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے



صبا تو کیا مجھے دھوپ تک جگا نہ سکی
کہاں کی نیند اتر آئی ہے ان آنکھوں میں



جس شخص نے آنکھوں سے اڑا دیں میری نیندیں
آرام سے سویا تو کبھی وہ بھی نہ ہوگا



❖
 رہا یونہی ناکمل غم عشق کا فسانہ
 کبھی مجھ کو نیند آئی کبھی سو گیا زمانہ
 ❖

چھین لے گا تجھ سے تیری نیند کی سب رونقیں
 اس کے بارے میں تیرا راتوں کو اکثر سوچنا
 ❖

بند آنکھوں میں بھی کیا ہوگی تیری بے پردگی
 چھین لے مجھ سے یہ نیندیں یا میرے خواب میں آ
 ❖

بیٹے دنوں نے زخم کریدے ہیں رات بھر
 آئی نہ جن کو نیند کیا خواب دیکھتے
 ❖.....❖.....❖

نظر

نظریں بدل گئیں تو کچھ ایسا غم نہ تھا
 ذہنوں کے زاویے بھی بدلتے چلے گئے

❖
 نظر نظر میں کوئی غم چھپا سا رہتا ہے
 بہار ہو کہ خزاں دل بجھا سا رہتا ہے
 ❖

نئی صبح پر نظر ہے مگر آہ یہ بھی ڈر ہے
 یہ سحر بھی رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہنچے
 ❖

اس آخری نظر میں عجب درد تھا منیر
 جانے کا اس کے رنج مجھے عمر بھر رہا
 ❖

بسی ہوئی ہے میرے دل میں وہ نظر اب تک
 جس نے پیار سے دیکھا تھا ایک بار مجھے
 ❖

ایوں تو ہر شام ہی یادوں کی نظر ہوتی ہے
 کتنا مشکل ہے تمنا کو دبائے رکھنا

❖
 پہلی نظر کی بات تھی پہلی نظر کے ساتھ
 پھر ایسا اتفاق کہاں عمر بھر ہوا

❖
 کمال اس نے کیا اور میں نے حد کر دی
 کہ خود بدل گیا اس کی نظر بدلنے تک

❖
 اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی
 ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

❖
 تیری نظر کے فیض سے ان مشکلوں میں ہوں
 جن مشکلوں کو تو بھی اب آسان نہ کر سکے

❖
 بس یہی سوچ کر پی جاتا ہوں آنسو دوست
 جانے کس کس کی نظر دامن تر تک پہنچے

❖
 جھلتا ہے نظر کو جب ملائم سا کوئی نقشہ
 ہم اپنے دل میں ٹھنڈی سی جلن محسوس کرتے ہیں

❖
 وہ کیا ہے میرے لئے کاش وہ سمجھ سکتا
 میری نظر سے وہ مگر دیکھتا ہی نہیں

❖
 کبھی جگر پہ کبھی دل پہ چوٹ پڑتی ہے
 تیری نظر کے نشانے بدلتے رہتے ہیں

❖
 کیا آ رہے ہو واقعی تم میرے ساتھ ساتھ
 یا کام کر رہا ہے فریب نظر ابھی

❖
 یاد آتے ہی ابل پڑتی ہیں دونوں آنکھیں
 تیری تصویر بھی دھندلی سی نظر آتی ہے

❖
 اتنا قریب آؤ کہ جی بھر کے دیکھ لوں
 شاید کہ پھر ملو تو یہ ذوق نظر نہ ہو

❖
 اب کسی آنکھ کا جادو نہیں چلتا مجھ پر
 وہ نظر بھول گئی ہے مجھے پتھر کر کے

ان وفا کی بستیوں میں اس جنوں کے دیس میں
آج بھی نایاب ہم ہیں آج بھی نایاب تم

وفا



وفا کر کے اے ہمد ہزاروں غم اٹھائے ہیں
تڑپ اٹھتا ہے دل جب لوگ وفا کا نام لیتے ہیں



یہی بہت ہے قائم رہا وفا کا بھرم
کوئی کسی کا ہوا بھی ہے عمر بھر کے لئے



تمہارے عہد وفا کو میں عہد کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبت کا اعتبار نہیں



تم ساتھ ہو تو جان وفا میرے واسطے
پھولوں کی راہ گزر ہیں زمانے کی تنخیاں



پھر مجھ کو اس شوخ سے امید وفا ہے
دل جس کا محبت کے تقاضوں سے تہی ہے



نظر کے تیر چھانی کر دیا کرتے ہیں سینوں کو
جدھر وہ دیکھ لیتے ہیں ادھر دیکھا نہیں جاتا



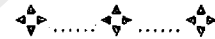
ہر گھڑی رہتے ہیں جو میری نظر کے سامنے
وہ سمجھتے ہیں مجھے دیدار کی حسرت نہیں



نظر محروم ہو جائے اگر ذوق تماشہ سے
اندھیرا تو اندھیرا روشنی بھی بار ہو جائے



قصے تیری نظر نے سنائے نہ پھر کبھی
ہم نے بھی دل کے داغ دکھائے نہ پھر کبھی



❖
جنوں کی وادیوں سے پھول چن کر
وفا کی راہ گزاروں تک چلیں گے

❖
رکھ لی تیری وفا نے محبت کی آبرو
میں اپنی آرزو سے پشیمان نہیں رہا

❖
اُن کی چشم ناز ندامت سے جھک گئی
محفل میں آج ذکر ہماری وفا کا تھا

❖
مجرور لکھ رہے ہیں وہ اہل وفا کا نام
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہ گار کی طرح

❖
آئیں گے ہم جلائے ہوئے خون کے چراغ
جھلن کرے گی راہ وفا دیکھتے رہو

❖
بڑے خلوص سے ہم نے کیا تھا عہد وفا
خطا معاف کہ اب تیری آرزو بھی نہیں

❖
ہم زخم زخم ہو کے بھی ممنون ہیں تیرے
اتنا تو ہے کہ تو نے فریب وفا دیئے

❖
سا وہ کر رہے تھے اپنی وفاؤں کا تذکرہ
دیکھا مجھے تو بات کا پہلو بدل گئے

❖
جس کی فطرت میں ذرا سی بھی وفا ملتی ہے
اس کو دنیا میں بڑی سخت سزا ملتی ہے

❖
ہم بھی کہاں کے اہل وفا تھے مگر حفیظ
اک بار وفا کا مفت میں الزام آ گیا

❖
پھر وفائیں بھی کرو گے تو پوچھے گا کوئی
سب تمہارے یہ ستم ہیں مرے مر جانے تک

❖
بدل دیئے غم دنیا نے زیست کے انداز
نہ وہ جنون وفا ہے نہ آرزوئے وصال

ہر چیز بدلتی ہے یہاں وقت کے ہاتھوں
بدلی ہیں نہ بدلیں گی محبت کی روایات

وقت



زیست کوئی ہمسائے سے مانگا ہوا زیور تو نہیں
دھڑکا سا لگا رہتا ہے کیوں ہر وقت کھو جانے کا



ممکن ہے ایسا وقت ہو ترتیب وقت میں
دستک کو تیرا ہاتھ بڑھے میرا در نہ ہو



کل ملا وقت تو زلفیں تیری سلجھا دوں گا
آج الجھا ہوں ذرا وقت کو سلجھانے میں



رکتا نہیں کسی کے لئے کاروان وقت
منزل ہے جستجو کی نہ کوئی مقام ہے



تیری نظر نوازیاں دل کو نہ راس آسکیں
کون اسے سمجھ کا وقت نے کس کو کیا دیا



ہم وفا کی سخت سزائیں کب تک بھگتیں گے
تم نے وفا کو دشمن جانا تم نے بہت ہشیاری کی



میری وفا کی حکایت تو راز ہے اب تک
تیری جھاؤں کا چرچا نہ عام ہو جائے



مت دیکھ کوئی شخص گنہ گار ہے کتنا
یہ دیکھ تیرے ساتھ وفادار ہے کتنا



پھر وفا کو بھیجتا ہوں آنکھ سے دل کی طرف
ایک دیا رکھا ہے میں نے پھر ہوا کے سامنے





اتنے ذرا سے وقت نے دھندلا دیئے نقوش
چہرے بدل بدل گئے ہیں شام و سحر کے بعد



نہ ہنسو حالت خستہ پہ ہماری لوگو
وقت کا گھاؤ ہے تم کو نہ لگ جائے کہیں



وقت کا سب کھیل ہے اے جان جاں تیرے بغیر
زندگی اب کٹ رہی ہے رات تک کتنی نہ تھی



گدش وقت نے ہر چند ستا رکھا ہے
پھر بھی جیتا ہوں کہ ہر رات کی سحر ہوتی ہے



ایک ایسا وقت بھی آتا ہے عہد الفت میں
کہ ڈھونڈنے سے بھی اپنا نشان نہیں ملتا



ہے باعث آزار ابھی تم کو میری یاد
وہ وقت بھی آئے گا مجھے یاد کرو گے



آنکھ سے دور نہ ہو دل سے اتر جائے گا
وقت کا کیا ہے گزرتا ہے گزر جائے گا



میرے کہنے سے نہ پابند وفا ہو جانا
دل نہ مانے تو کسی وقت جدا ہو جانا



کون ہوتا ہے بُرے وقت کی حالت کا شریک
مرتے وقت آنکھوں کو بھی دیکھا کہ پھر جاتی ہیں



کچھ وقت کٹ گیا تھا تیری یاد کے بغیر
ہم پر تمام عمر وہ لمحے گراں رہے



رہ گئے وقت کے ماتھے کی لکیر بن کر
جب بھی ناقدری ارباب ہنر کی ہم نے



ہزار چاہا کہ رفتار وقت روکوں مگر
ہوا کا دور تھا ایسا کہ جل سکے نہ دیئے



ہونٹ

مدت کے بعد ہونٹوں پہ آنے کو تھی ہنسی
لیکن میری نگاہ میں انجام آ گیا

میرے دشمن بھی اب تو آ رہے ہیں
تمہیں کس وقت جانے کی پڑی ہے

سفر کا وقت ہو تو جانے کیا ہوگا
خیال شوق سفر ہی میں ہم تھکے ہیں بہت

ذہن خالی ہو گئے وقت کے احساس سے
سانے وہ مسئلہ رکھ جس کا کوئی حل نہ ہو

ہم وقت وداع اُن سے ہنس کے ہوئے رخصت
رونا تھا بہت ہم کو روتے بھی تو کیا ہوتا

.....

گیت بن کر کبھی ہونٹوں پہ نظر آ دل کو
درد بن کر میرے سینے میں اترنے والے

جن کے ہونٹوں سے کبھی پھول جھڑا کرتے تھے
ان کے لہجے سے برستے ہوئے پتھر دیکھے

حسن گل رنگ شفق تابش انجم نہ رہے
ان کے ہونٹوں پہ گھڑی بھر جو تبسم نہ رہے

سوزش عشق کو سینے میں سلاتے جائیں
اپنے ہونٹوں پہ نئے گیت سجاتے جائیں

سجا لئے پھول بند ہونٹوں پہ گفتگو کے
نہ پوچھ طے کس طرح سے یہ مرحلہ ہوا



آنکھ کی جھیل بھری دل کا سمندر ابلا
اور مرے ہونٹ رہے حسرت اظہار میں گم



کسی کے ہونٹ پر رقصاں نوید سے خوشی
کسی کی آنکھوں میں گم خواہش ہم آغوشی



وہ حسن شگفتہ ہے بہر حال شگفتہ
جب دیکھتے ہونٹوں پہ ہنسی کھیل رہی ہے



ان کے ہونٹوں کا تصور اُن کی آنکھوں کا خیال
دل ہے اور آٹھوں پہر ہے اہتمام انتظار



میرے ہونٹوں کو اگر جرات اظہار نہیں
اپنی دھڑکن سے میرے دل کی کہانی سن لے



جن کے ہونٹوں پہ ہنسی پاؤں میں چھالے ہونگے
ہاں وہی لوگ تیرے چاہنے والے ہونگے



ہمیشہ ہونٹوں پہ اُس کے ہنسی نظر آئی
ہماری آنکھوں میں آنسو بھی بے شمار ملے



تیرا نام ہونٹوں پہ ہے فریاد نہیں ہے
دل درد سے آباد ہے برباد نہیں ہے



سب نے دیکھا ہے اُن ہونٹوں کا تبسم لیکن
سوز آہوں میں جو پنہاں ہے کوئی کیا جانے



اشک بن کر آئی ہیں وہ التجائیں چشم تک
جن کے کہنے کے لئے ہونٹوں میں گویائی نہیں



وہی خوشبو وہی رنگت وہی ہونٹوں پہ ہنسی
باغ میں پھول کھلے ان کا سراپا بن کر



کتنے افسانے سنا دیتے ہیں پل میں سب کو
اپنے ہونٹوں پہ یہ خاموشی سجانے والے



یادیں

تسلی ہو ہی جائے گی ذرا اتنا تو بتلا دے
تجھے بھی ہچکیاں آتی ہیں جب ہم یاد کرتے ہیں

کون چھو کر گزرا ہے کہ کھلے جاتے ہیں
اتنے سرشار تو پہلے نہ تھے ہونٹوں کے گلاب

تنہائیوں کی بزم میں یادوں کا رقص ہے
کس درجہ اہتمام ہے اجڑے دیار میں

یادوں میں روشنی ہے نہ پھولوں میں ہے خوشبو
تم کیا اداس ہو کہ زمانہ اداس ہے

ان کی یادوں کے دیئے جب کبھی جل جاتے ہیں
ہم خیالوں میں بہت دور نکل جاتے ہیں

میرے دامن میں یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں
چند بیتے ہوئے لمحے لئے پھرتا ہوں

کیسے تیری یادوں کا ہوا اس دل میں بسیرا
ٹوٹی ہوئی ٹہنی پر پرندے نہیں آتے

ہونٹوں پہ مسکراہٹ آنکھوں میں نمی سی
وہ سامنے ہیں پھر بھی باقی ہے کچھ کمی سی

صنم ہم تجھ کو بھلانے میں ہیں ناکام ابھی تک
میرے ہونٹوں پہ لرزتا ہے تیرا نام ابھی تک

تیرے ہونٹوں پہ دکھاوے کا تبسم ہے مگر
تیری آنکھوں میں اداسی کے دیئے جلتے ہیں



آپ آ گئے ہیں تو آتا نہیں ہے یاد
ورنہ ہمیں کچھ آپ سے کہنا ضرور تھا

سہا میرا ہر سانس امانت ہے تیری یادوں کی
ٹوٹ کر اس سے بھی زیادہ میں چاہوں کیسے

تیری یادوں نے کھلائے تھے جو زخموں کے گلاب
میرے احساس کے روزن میں سدا ہی مہکے

دل ٹوٹ گیا ہے پر ویران نہیں ہوا
یادوں کے نقش شاید باقی ہیں اس لئے

گل پر چمک رہے ہیں شبنم کے اشک کیوں
شاید بھری بہار میں ہم یاد آ گئے

احساس کی خوشبو کہاں آواز کے جگنو کہاں
خاموش یادوں کے سوا گھر میں رہا کچھ بھی نہیں

ہوتا ہے میرے درد کا ہر روپ انوکھا
آتی ہے تیری یاد بڑے بھیس بدل کر

بھلا بیٹھے ہو ہم کو آج لیکن یہ سمجھ لینا
بہت پچھتاؤ گے جس وقت کل ہم یاد آئیے

سب کو ہم بھول گئے جوش جنوں میں لیکن
اک تری یاد تھی ایسی کہ بھلائی نہ گئی

یاد میں تیری جہاں کو بھولتا جاتا ہوں میں
بھولنے والے کبھی تجھ کو بھی یاد آتا ہوں میں

اب کیا کریں کہ پھر سے کوئی یاد آ گیا
بیٹھے تھے آنکھ پونچھ کے دامن نچوڑ کے

ذہن پر کچھ اس طرح اتری یادوں کی دہن
گونج شہنائی کی ہم رات بھر سنتے رہے

آرزو

یوں تو راہ آرزو میں تھا رقیبوں کا ہجوم
تیری خاطر ہم سبھی سے دوستی کرتے رہے



جیسے جیسے اضطراب آرزو بڑھتا رہا
ویسے ویسے وہ توجہ میں کمی کرتے رہے



ہو مبارک ان کو تجدید وفا کی آرزو
ہم مگر ان کو دوبارہ آزما سکتے نہیں



مختصر یہ ہے ہماری داستان آرزو
ان کے ہو کر بھی انہیں اپنا بنا سکتے نہیں



دل ہی نہ رہا تو کیا کریں ہم آرزو
وہ سامنے بھی ہوں گے تو نہ ہو گی گفتگو



وہ آرزوؤں کی کلیاں کھلائے جاتے ہیں
نظر جھکائے ہوئے مسکرائے جاتے ہیں



یادوں کی آگ تھی کہ خیالوں کی چاندنی
شب بھر میرے مکان میں اک روشنی رہی



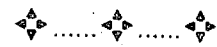
اف یہ یادوں کا تسلسل یہ خیالوں کا ہجوم
چھین لی آپ نے مجھ سے میری تنہائی بھی



ہم نے جب بھی ترک تعلق کی قسم کھائی ہے
پھر دبے پاؤں تیری یاد چلی آئی ہے



وہ کون سا ہے وقت کہ بھولی تیری یاد
وہ کون سی گھڑی ہے کہ تو روبرو نہیں



آنگن

کچھ تو برے میری آنگن میں خزاں ہی برے
کھو گئے روٹھ کے موسم میرے خالی گھر سے



اس کے آنے کی خبر جب کبھی ملتی ہے مجھے
موسم گل میرے آنگن میں ٹھہر جاتا ہے



زرد پتوں کے سوا کچھ بھی نہ آیا ہاتھ ہمیں
ہم نے آنگن میں کئی پیڑ اگا کر دیکھے



آنگن میں لگایا تھا شجر چاؤ سے میں نے
پھلنے پہ جو آیا تو ثمر کیسا لگا ہے



چیز کڑوی ہے مگر دھوپ سے بچنے کے لئے
نیم کا پیڑ بھی آنگن میں لگا لیتے ہیں



دل کے آنگن میں اترتی شاموں کی قسم
وہ بھی عمر بھر جاگتا رہا میرے بعد



کوئی گلہ کوئی شکوہ ذرا رہے تم سے
یہ آرزو ہے کہ ایک سلسلہ رہے تم سے



روہ حیات میں کچھ مرحلے تو دیکھ لئے
یہ اور بات تیری آرزو نہ اس آئی



کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبط الفت میں
نہیں آیا زبان تک دل سے حرف آرزو برسوں



یہ غلط کہا کسی نے ہمیں گل کی آرزو ہے
جو کبھی چھپا تھا دل میں وہی خار ڈھونڈتے ہیں



ساتھ سے ملے نہ تھے تو کوئی آرزو نہ تھی
دیکھا تجھے تو تیرے طلبگار ہو گئے



بہار

اب کے برس بہار کی رت بھی تھی انتظار کی
لہجوں میں سیل درد تھا آنکھوں میں اضطراب



تم چاند سے حسین ہو ستاروں سے پوچھ لو
پھولوں سے خوبصورت ہو بہاروں سے پوچھ لو



ہنس کر وہ بے نقاب جو گلشن میں آ گئے
بن کر بہار حسن فضاؤں پہ چھا گئے



کبھی بہار سے تسکین آرزو نہ ہوئی
جو پھول صبح کھلے شام کو پرانے لگے



لٹی جو فصل بہاراں عجیب عالم تھا
تنکے بھی روئے لپٹ کر آشیانے سے



اکیلے بیٹھ کے کانٹوں سے نہ جی بہلاؤ
بہار بھی ہے تمہاری بہار مانگو تو



خواہشوں کا ایک پھول بھی اب تک کھلا نہیں
آنگن میں میرے آج بھی آکاش بیل ہے



اپنے آنگن میں بھی اترے چاند کی کوئی کرن
رات بھر دل کا دریچہ کھول کے بیٹھے رہے



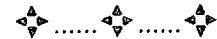
یوں دل کے آنگن میں ابھرتا ہے ترا نقش جمیل
چاندنی رات میں ہو رات کی رانی جیسے



تیرا خیال جسے میں چھپائے پھرتا ہوں
بکھر گیا مرے آنگن میں چاند کی طرح



ایسا اجڑا ہے مرے دل کا آنگن کہ نصیر
ہم نے چاہا بھی بہت لیکن بسایا نہ گیا



لہروں پہ بھگتے رہے پلکوں کے بادبان
موجوں میں گم رہے ہیں کنارے تمام رات

بادبان



صبح سفر کا راز کسی پہ یہاں نہ کھول
طوفان ہے پانیوں میں ابھی بادبان نہ کھول



سہمی کھڑی ہیں خوف تلاطم سے کشتیاں
موج ہوا کو آس کہ کوئی بادبان کھلے



اگر فضا مخالف ہے تو زلف لہراؤ
کہ بادبان ہواؤں کا رخ بدلتے ہیں



انجان ساحلوں کے پرندوں پر ہے نگاہ
آنکھوں کے بادبان کھلے میں سفر میں ہوں



شاید کسی جہاز کے ٹوٹے ہیں بادبان
پاگل ہوئی ہے ریت سمندر کے آس پاس



نہ گل کھلے ہیں نہ ان سے ملے نہ مے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے



نظر نظر میں کوئی غم سا چھپا رہتا ہے
بہار ہو کہ خزاں دل بجھا سا رہتا ہے



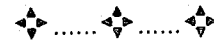
بس ایک ہمارے دل کی کلی ہی نہ کھل سکی
لاکھوں ہی پھول یوں تو کھلائے بہار نے



نہ جانے کتنے گلوں کا لہو ہوا ہوگا
چمن میں کہنے کو یوں تو بہار آئی ہے



مانا کہ ہر ایک پھول میں بوئے وفا نہیں
کچھ پھول پھر بھی رنگ بہاراں ہوئے تو ہیں



ماجد من کی باتیں سن کر آخر جھوٹے کہلائے
جھوٹی باتیں کرنے والے سچے کیوں کہلاتے ہیں

جھوٹ



لب کھول کر صدائے سمندر میں کود جا
کب تک رہے گی لپٹی ہوئی بادبان سے



کیا حال پوچھتے ہو میرے بادبان کا
کشتی الٹ گئی تو کنارے پہ جا لگی



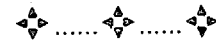
شام سے پہلے پرکھ لے تند لہروں کا مزاج
رات ہو گئی تو بادباں دیکھے گا کون



عجب نہیں کہ ہوا اپنا رخ بدل ڈالے
جو ہو سکے تو ابھی بادبان کھلے رکھنا



وہ کشتیاں میری پتوار جن کے ٹوٹ گئے
وہ بادبان جو ترستے رہے ہوا کے لئے



ہم نے ہنس ہنس کے بھرم اہل وفا کا رکھا
ہم بھی رو دیتے اگر عشق میں جھوٹے ہوتے



کہتے تھے وہ اب کوئی جان سے نہیں گزرتا
لو جان سے گزر کر انہیں جھٹلا تو گئے ہم



میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا



کیوں نہ اک جھوٹی تسلی پہ قناعت کر لیں
لوگ کہتے ہیں عدم خواب حسین ہوتے ہیں



میں یاد آؤں تو جھوٹا قرار دے مجھ کو
تو ایک بار مجھے ذہن سے رہا تو کر

❖
چھپاؤ لاکھ چھپے گا نہ جھوٹے لفظوں سے
نفاق ذات تو چہرے پہ بھی لکھا ہوگا
❖

❖
جھوٹ میں ارتقاء کی مستی ہے
سچ کی عادت بھلا رہے ہیں لوگ
❖

❖
جنگل میں کیا رکھا ہے ابھی دیس کو نہ چھوڑ
کچھ اور دن دوستوں کے جھوٹ سچ کو دیکھ لے
❖

❖
ہمیں تو شرم آئی ہے اُس کا شکوہ کر کے
اُس نے جھوٹ کے سوا کہا کیا ہے
❖

❖
اپنے لئے میں نے جو تراشا تھا نیا عکس
آئینے میں نظر آتا ہے وہی جھوٹا شخص
❖.....❖.....❖

درپچہ

ہر رات اس درپچے میں جلتے تھے دو چراغ
کیا بات ہے کہ آج اجالا نہیں ہوا

❖
مدتیں گزریں وہ گھر چھوڑ چکا ہے پھر بھی
ان درپچوں میں ہیں بے تاب نگاہیں کیسی
❖

❖
اب درپچوں سے اٹھا بھی لو یہ سوالی آنکھیں
اپنی ہی ذات سے پھوٹیں گے سویرے اپنے
❖

❖
کھلتے نہیں ہیں روز درپچے بہار کے
آتی ہے جانِ من یہ قیامت کبھی کبھی
❖

❖
کس کس کی ہجوم میں آنکھیں نکالتا
اچھا ہوا کہ آپ درپچے سے ہٹ گئے
❖

❖
میرے خوابوں کے درپچے سے یہ جھانکا کس نے
نیند کی جھیل پہ یہ کس نے کنول پھیلانے

درد کا رستہ ہے یا ہے ساعت روز حساب
سینکڑوں لوگوں کو روکا ایک بھی ٹھہرا نہیں

درد

کتنے درد سمیٹے ہم نے ایک تبسم کے بدلے
یاد کریں گے تو کتنی یادوں کا منہ کھل جائے گا

وہ حرفِ تازہ کہ گل سا کھلے کہاں سے ملے
کہ زخم بھر گئے اور درد سب پرانے لگے

تشنہ وقت نے ہر کوہِ گراں کاٹ دیا
جان سے لپٹا ہے مگر درد کا رشتہ کیا

ویسے تو ہر شخص کے دل میں ایک کہانی ہوتی ہے
ہجر کا لاوا غم کا سلیقہ درد کا لہجہ ہو تو کہو

لاکھ ہونٹوں پہ تبسم کی کرن رقصاں ہو
درد پھر درد ہے چہرے سے نمایاں ہوگا

❖

زنداں کے دریچوں پہ گڑی چھوڑ کر آنکھیں
اک روز چلے جائیں گے قیدی یہ قفس کے

❖

زنداں کے دریچے سے کھڑا کب سے میں خاموش
آزاد پرندوں کی چمک دیکھ رہا ہوں

❖

ایک حسین یاد نے کھولے ہیں دریچے کیا کیا
ایک آنسو میں سمٹ آئے ہیں منظر کتنے

❖

صدا بن کر گھٹا بن کر فضا بن کر صبا بن کر
نہ جانے کب میں آ جاؤں دریچہ کھول کے رکھنا

❖

ایک عام سی لڑکی ہوں بہت عام سی خواہش
ایک گھر ہو دریچہ ہو ایک معصوم سا بچہ

❖.....❖.....❖

ساز

فاش کیوں دل کے تڑپنے کا بھلا راز نہ ہو
ساز کو چھیڑ کے کہتے ہو آواز نہ ہو



لے گئے وہ ساتھ اپنے ساز بھی آواز بھی
رہ گیا نغمہ ادھورا دل کے ٹوٹے تار میں



نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن



جب سے چلے گئے ہیں وہ زندگی زندگی نہیں
ساز ہے صدا نہیں شمع ہے روشنی نہیں



سنا تھا ٹوٹے ہوئے ساز خوب بجتے ہیں
بڑے خلوص سے دل کا رباب لایا ہوں



مغنی چھیڑ مضرب محبت سے کوئی نغمہ
کہ ساز زندگی کی خاموشی دیکھی نہیں جاتی



یہ درد کے ٹکڑے ہیں اشعار نہیں ساغر
ہم کالج کے دھاگوں میں زخموں کو پروتے ہیں



نہ کوئی زخم ہی نکھرا نہ درد ہی مہکا
سنا ہے اب کے برس بھی چلی تھی پروائی



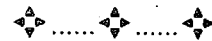
ٹھنڈی سرد ہوا کے جھونکے آگ لگا کر چھوڑ گئے
پھول کھلے شاخوں پہ نئے اور درد پرانے یاد آئے



اب کے برس بہار کی رت بھی تھی انتظار کی
لہجوں میں سیل درد تھا آنکھوں میں اضطراب تھا



یہ درد کم تو نہیں ہے کہ تو ہمیں نہ ملا
یہ اور بات کہ ہم بھی نہ ہو سکے تیرے



شہنائی
غموں کی دھوپ سے شہنائیوں کے سائے تک
تیرے بدن کے سبھی رنگ مجھے پیارے لگے



کوئی دروازے کی دستک کان میں پڑتی نہیں
بت بنا بیٹھا ہوں دھیان شہنائی میں ہے



ذہن پر کچھ اس طرح اتری یادوں کی دلہن
گونج شہنائی کی ہم رات بھر سنتے رہے



ماضی سے کٹ کے رو پڑی دلہن کسے خبر
باراتیوں کے دھیان تو شہنائیوں میں تھے



شہنائیوں کی گونج میں تجھے کہہ دیا یوں الوداع
بنا میں بھی تجھ سے اجنبی تو پھر پرایا ہو گیا



تم ڈھونڈنے چلی ہو خلوص نوا ادا
شہروں میں گونجتی ہوئی شہنائیاں تو ہیں



محفلیں لٹ گئیں جذبات نے دم توڑ دیا
ساز خاموش ہیں نغمات نے دم توڑ دیا



ساری محفل جس پہ جھوم اٹھی تھی فراز
وہ تو آواز شکست ساز ہے



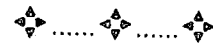
صرف ایک تیری نگاہ تھی سرمایہ حیات
وہ بھی شکست ساز کی آواز ہو گئی



دنیا کی خبر ہوگی تو رسوا ہمیں کر دے گی
ساز دل جب بھی بجے آواز نہ آنے پائے



ساز خاموش ہے فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم



کرتے ہیں ہر اک شام نئی شمع فروزاں
کچھ لوگ ہواؤں سے بھی شکوہ نہیں کرتے

شکوہ



شکوہوں کا جب جواب نہ کچھ اُن سے بن پڑا
گردن میں میری ڈال دیئے مسکرا کے ہاتھ



شکوہ شکایت کیا کہئے ملنا ہی غضب ہو جاتا ہے
وہ سامنے جب بھی آتا ہے احساس ادب ہو جاتا ہے



باتوں کے لئے شکوہ موسم ہی بہت ہے
کچھ اور کسی سے نہ کہا کرو نہ سنا کرو



ہم نے مانا سب گلے شکوے ہمارے تھے
آپ ہی اتنا بتائیں آپ کیوں شرما گئے



ہمیں اس رونق بزم رقیباں کا نہیں شکوہ
کہ ہم پر بھی کبھی ہوگی عنایت بندہ پروری کی



اب کہاں گونج فضا میں کسی شہنائی کی
لٹ گئی آس کی بارات چلو سو جائیں



تیرا خیال ہے شہنایاں ہیں اور میں ہوں
میرے نقیب میں اک وصل کا اعادہ نہیں



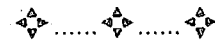
میری آنکھوں میں جان تھی میری تنہائی تھی
خشک ہونٹوں پہ تیرے نام کی شہنائی تھی



شہنایوں کی گونج میں تھا ماتم کا شور کیوں
سنے تو آئے نیند میں بارات کی طرح



یاد بن کر آنے والے یہ بھی زحمت کس لئے
دل کو بہلانے کو کیا کافی نہیں شہنایاں



تیرے قریب رہ کے بھی دل مطمئن نہ تھا
گزری ہے ہم پہ یہ بھی قیامت کبھی کبھی

قیامت

سب غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا
فقط اتنا ہی پوچھا تھا کہ تم مجھ سے خفا کیوں ہو

وہ مجھ سے بڑھ کے ضبط کا عادی تھا جی گیا
ورنہ ہر ایک سانس قیامت اُسے بھی تھی

ٹوٹ کر شاخ سے کیا اس پہ قیامت گزری
جھانکنے پھول کی مرجھائی ہوئی آنکھوں میں

ٹھہر کے دیکھئے تو رک جائے نبض ساعت کی
شب فراق کی قامت ہے کس قیامت کی

اک قیامت ہے کہ ہر شام گزر جاتی ہے
تو نے دیکھا ہی نہیں نقشہ میری تنہائی کا

خدا جانے محبت کر کے آپس میں گلہ کیوں ہے
مجھے شکوہ تیرا کیوں ہے تجھے شکوہ میرا کیوں ہے

خزاں کی دھوپ سے شکوہ فضول ہے محسن
میں یوں بھی پھول تھا آخر مجھے بکھرنا تھا

وہ جن کو شکوہ تھا اوروں کے ظلم سہنے کا
خود اُن کا اپنا بھی انداز جارحانہ تھا

اُن کے ستم میں بھی نظر آیا مجھے خلوص
میں اپنے مہربان سے شکوہ نہ کر سکا

ٹوٹے ہوئے دل اب کبھی شکوہ نہ کریں گے
مر جائیں گے لیکن تمہیں رسوا نہ کریں گے

❖.....❖.....❖

ہونے کو اُن سے سینکڑوں باتیں ہوئی مگر
جس بات کا گلہ تھا وہی بات رہ گئی

گلہ

ہم انتظار کریں گے تیرا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے

❖

ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کے بھی نہ روئے گا تو مر جائے گا

❖

پنچی نظروں میں قیامت کا اثر ہوتا ہے
خُسن کچھ اور نکھر جاتا ہے شرمٰن سے

❖

یہی انداز تغافل تو قیامت ہوگی
کیا کرے گا وہ جسے تم سے محبت ہوگی

❖

قیامت خیز کیا ہوگا وہ منظر اے چمن والو
ادھر فصل بہار آئے ادھر بلبل کا دم نکلے

❖.....❖.....❖

❖

میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشہ نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

❖

کتنی شکایتوں کی تلانی تھی اک نگاہ
کتنے گلوں کا ایک تبسم جواب تھا

❖

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

❖

کبھی تقدیر کا ماتم کبھی دنیا کا گلہ
منزل عشق میں ہر گام پہ رونا آیا

❖

تجھ سے تو کچھ گلہ ہی نہیں اے رضائے دوست
مجھ ہی میں خامیاں ہیں مجھے اعتراف ہے

نہیں دیکھا ہے میں نے مدت سے کوئی خواب
ہاتھ رکھ دے میری آنکھوں پہ کہ نیند آ جائے

مدت



مدتوں چلتا رہا جو خواب کے پیچھے ترے
آج وہ سایہ نہ جانے کیوں گریزاں ہو گیا



ٹھہر گئی ہے محبت کہاں کہ مدت سے
نہ ابتداء کی طرح نہ انتہا کی طرح



سب چراتے ہیں وہ ہم سے نظر
مدتوں تک جن سے یارانے رہے



تم ہو کہ مدتوں میں بھی میرے نہ ہو سکے
میں ہوں کہ ایک بات میں دیوانہ ہو گیا



روئی ہوں آج کھل کے بڑی مدتوں کے بعد
بادل جو آسمان پہ چھائے تھے چھٹ گئے



عجیب دکھ ہے لبوں پر گلہ کوئی نہ تھا
پچھرتے وقت کسی سے خفا کوئی نہ تھا



کرنے گئے تھے اُن سے تغافل کا ہم گلہ
کی ایک ہی نگاہ بس خاک ہو گئے



تو بھی نہ مل سکا ہمیں عمر بھی رائیگاں گئی
تجھ سے تو خیر عشق تھا خود سے بڑے گلے رہے



مجھ سے کیا چاہتے ہو اپنی مروت کا گلہ
وقت انسان کو پتھر بھی بنا دیتا ہے



گلہ کروں تو کروں کس طرح بتائے کوئی
وہ بے وفا ہی سہی انتخاب میرا ہے



ویرانی

مطمئن دل ہو تو ویرانوں کے سناٹے بھی گیت
دل اُجڑ جائے تو شہروں میں بھی تنہائی بہت

❖
جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

❖
مدت کا ایک دوست کچھ ایسے بچھڑ گیا
جیسے کہ چل رہے تھے کسی اجنبی کے ساتھ

❖
اداس ہیں یہ در و بام ایک مدت سے
چلے بھی آؤ میرے گھر میں روشنی کی طرح

❖
مدتیں گزریں وہ گھر چھوڑ چکا ہے پھر بھی
ان درپچوں میں ہے بے تاب نگاہی کیسی

❖
مدت کے بعد اُس نے جو دیکھا لگاؤ سے
ویران دل پہ یادوں کا ساون برس گیا

❖.....❖.....❖

❖
مجھ کو اپنے ہی رفو کردہ گریباں کی قسم
میں نے پوجا ہے سجا کر دل ویران میں تجھے

❖
کچھ نقش تیری یاد کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سرو سامان سہی ویران تو نہیں ہے

❖
تم تو جانے کو ہو اس شہر کو ویران کر کے
اب کہاں دل وحشی کا ٹھکانہ ہوگا

❖
میری آنکھوں سے چمکتا ہے میری روح کا درد
میرے چہرے پہ میرے گھر کی سی ویرانی ہے

❖
تھوڑی سی مسکراہٹ ان میں بھی بانٹے
ویرانیوں نے حسن کو لیا ہے حصار میں

ازل سے رچ گئی ہے سر بلندی میری فطرت میں
 رنگین اشعار مجھے بس ٹوٹا آتا ہے جھک جانا نہیں آتا



آپ خود سر ہیں اگر ہم بھی ہیں خود دار بہت
 آپ مانیں گے نہیں ہم منائیں گے نہیں



کچھ ہم میں بھی کم قوت برداشت تھی منظر
 کچھ اس کی طبیعت میں نفاست بھی تھی بہت



اُس کو در پردہ کہیں ہم سے محبت تو نہیں
 جو کسی کو بھی ہمارا نہیں ہونے دیتا



اس شہر کا حاکم بھی طرف دار تھا اس کا
 چڑھ جاؤ گے سولی پہ جو فریاد کرو گے



دنیا میں قاتل اس سا منافق نہیں کوئی
 جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا



تم اپنے دل کو ویرانی سے آنکھیں مت بھالنا
 درتچے ہوں اگر روشن تو گھر آباد لگتا ہے



دل ٹوٹ تو گیا ہے پر ویران نہیں ہوا
 یادوں کے نقش شاید باقی ہیں اس لئے



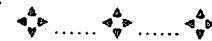
حفاظت چاہئے دل کی حفاظت چھوڑ گلشن کی
 اُجڑ جاتا ہے دل گلشن کبھی ویران نہیں ہوتا



لوگ آ جاتے ہیں گلشن کی بہاریں لے کر
 خاک بھی ہم سے نہ لائی گئی ویرانے کی



ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہیں آدا
 کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں



کوئی آج تک نہ بدل سکا یہ اصول گلشن زیست کا
وہی پھول نذر خزاں ہوا جسے اعتبار بہار تھا

آپ ہی کے نام پہ پائی ہے ہم نے زندگی
ختم ہوگا اب یہ قصہ آپ ہی کے نام پر

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

میرے بعد وفا کا دھوکہ اور کسی سے مت کرنا
گالی دے گی تجھ کو دنیا سر میرا جھک جائے گا

تم میں ہیرے کی صفت ہے تو اندھیروں میں ملو
دھوپ میں کانچ کے ٹکڑے بھی چمک سکتے ہیں

زندگی ہے کانچ کی چوڑی اچانک ٹوٹ کر
گر پڑے گی اور کلائی پریشان رہ جائے گی

یہ اور بات ہے کہ تقدیر لپٹ کر روئی
ورنہ بازو تو تمہیں دیکھ کر پھیلانے تھے

اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

جو تیرے ہوتے اس سے نکلتی ہے راگنی
وہ تیرے بعد کیوں نہیں رہتی رباب میں

جنون شوق میں خود کو بھی پھونک ڈالوں گا
تیری نظر کے اشارے تلاش کرتا ہوں

جس کی لہروں سے جنم لیتے ہیں صندل سے بدن
اس سمندر کا بعد شوق میں پیراک ہوا

رہ عشق میں بڑی دھوپ ہے میرا ہاتھ چاہو تو چھوڑ دو
یہ تو اس جہاں کی رسم ہے چلو جاؤ ہم کو گلہ نہیں

منتخب اشعار

❖
ملی ہیں تنخیاں کتنی کوئی شمار کہاں
ملے گی مسرت یہ اعتبار کہاں

❖
رسوائیوں کا ڈر ہے تو سر بزم نہ آئیں
کہنا ہے وہی ہم نے جو محسوس کیا ہے

❖
پھر لوٹ کر نہ آیا زمانے گزر گئے
وہ لمحے جن میں ہم نے زمانہ گزارا تھا

❖
پلکوں پہ ستارے ہیں نہ شبنم نہ جگنو
اس طرح تو دشمن کو بھی رخصت نہیں کرتے

❖.....❖.....❖

❖
خدا شاہد ہے کہ ہم مقدر پر قانع رہے اپنے
نہیں چاہی وہ شے جو دسترس سے دور تھی اپنی

❖
ممکن ہے اُسے کوئی تعلق ہو تمہیں سے
وہ شخص کہ جو شام سے رستے میں کھڑا ہے

❖
ہم مل کے بلائیں گے تو لوٹ آئے گا ماضی
تم بھی میری آواز میں آواز ملا دو

❖
پھرتے رہے کچھ اس طرح اک بے وفا کے ساتھ
اڑتا ہے جیسے خشک سا پتا ہوا کے ساتھ

❖
وہ یوسف تو نہیں تھا کہ انگلیاں کٹتیں
کتنے آنچل مگر سر سے ڈھلک جاتے تھے



اس کا ملنا ہی مقدر میں نہیں تھا ورنہ
ہم نے کیا کچھ نہیں کھویا اُسے پانے کیلئے



یہاں کسی کو بھی کچھ حسب آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا



غموں نے لوٹ لئے ہیں عقیدتوں کے چمن
خدا کی بات نہیں بت پرستیاں کیسی



اُس نے پیام بھیجے تو رستے میں رہ گئے
ہم نے جو خط لکھے وہ ہوا بُرد ہو گئے



اُسے خدا نہ کرے کہ ہو ملال اس شے کا
کہ ہم کو چھوڑ کر اُس نے بھی کچھ گنویا ہے



حاصل زیت میں تمنا کا احساس مٹ گیا
کچھ دل کے فیصلے تھے جو ہمیں برباد کر گئے



ہوتے ہیں قریب لیکن ہیں نصیب اپنے اپنے
تیرے لب پہ مسکراہٹ مری آنکھ میں نمی ہے



میری حیرت کی قسم آپ اٹھائیں تو نقاب
میرا ذمہ ہے کہ جلوے نہ پریشان ہوں گے



چمن میں چاروں طرف پھول ترے جلووں کے
یہ کشمکش ہے کہ کس گل کا انتخاب کروں



زالی طرز ہے اس کی سپردگی کی شفیق
زباں سے چپ ہے نظر سے بلاتا رہتا ہے



وہ ایک لمحہ جب ایک خواہش دلہن بنی تھی
وہ ایک لمحہ ہی زندگی میں امر رہا تھا



وہ بات بات پہ ہنسنا تیری ادا ہی سہی
تمام عمر رلایا ہے اس ادا نے مجھے



تو کسی اور کی جاگیر ہے اے جان غزل
حسین اشعار لوگ طوفان اٹھا دیں گے میرے ساتھ نہ چل



میں جانتی ہوں کہ تجھ سے نبھا سکتی ہوں میں لیکن
 میں کیا کروں میری فطرت میں بے وفائی ہے



بس اک مقام پہ ٹھہرے ہوئے ہیں مدت سے
 ملا نہ تو ہی تو پھر کس کی جستجو کرتے



کیوں اُس کی جفائیں مجھے محبوب ہیں اتنی
 کیوں میری وفاؤں سے وہ بیزار بہت ہے



وفا کا کھیل بھی کیا ہے کہ کھیلنے والے
 کسی کو جیت کے خوش ہیں کسی سے ہار کے



یہ سنگدلوں کی دنیا ہے یہاں سنتا نہیں فریاد کوئی
 سب دنیا والے ہنستے ہیں جب ہوتا ہے برباد کوئی



ڈوب گئے آشا کے تارے راگھ ہوئے پروانے بھی
 مگر نگر کے دیپ بجھا کر کس دلیں میں رات گئی



کوئی وارغ جل نہ جائے کوئی زخم پھٹ نہ جائے
 ذرا دیکھ کر گزرنا میرے دل کی راہ گزر ہے



لمحات وصل کے حجابوں میں لٹ گئے
 وہ ہاتھ بڑھ نہ پائے کہ گھونگھٹ سمٹ گئے



ٹکڑے ٹکڑے دل ملا دھیمی دھیمی رات ملی
 جس کا جتنا آنچل تھا اتنی ہی سوغات ملی





جو فن کی آبرو تھے وہ گمنام ہی رہے
جو فن خریدتے تھے وہ فنکار بن گئے



جن کو سمجھ رہے تھے ہم دوستی کے پھول
ہاتھوں میں چھ گئے ہیں وہی خار کی طرح



لوٹا ہے سدا جس نے ہمیں درست بنا کر
ہم خوش ہیں اس شخص سے پھر ہاتھ ملا کر



میں جانتا تھا کہ الفاظ بے اثر ہیں مگر
میرے خیال کی وسعت بھی اُسے چھو نہ سکی



زندگی ہے کانچ کی چوڑی اچانک ٹوٹ کر
گر پڑے گی اور کلائی پر نشان رہ جائے گا



اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے



وہ جو گیت تم نے سنا نہیں میری عمر بھر کا ریاض تھا
میرے درد کی تھی وہ داستان جسے تم ہنسی میں اڑا گئے



وہ جس کو آئے تھے ٹھکرا کے بے سبب اک دن
اُسی کے پاس چلیں عمر کی تھکن لے کر



آغاز میں ہی سوچئے انجام سے پہلے
دامن کو بچا لیجئے الزام سے پہلے



رنگ ہی رنگ اجالوں ہی اجالوں میں رہے
ہم بھی اک عمر تیرے چاہنے والوں میں رہے



جانے کن معصوم جذبوں کی نمائشوں کے لئے
نام تیرا لکھ دیا میں نے ہر کتاب میں



سن کے تیرا نام آنکھیں کھول دیتا تھا کوئی
آج تیرا نام لے کے کوئی غافل ہو گیا



یادگار اشعار
دنیا تو دوستی کا صلہ دے چکی مجھے
تو بھی مرا خلوص مرے منہ پر مار دے



کتنی چاہت سے ملا کرتے تھے تم یاد کرو
آج وہ چشم عنایت بھلا دی ہم نے



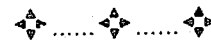
گمان نہ کر کہ مجھے جرات سوال نہیں
فقط یہ ڈر ہے کہ تجھے لا جواب کر دوں گا



بجھا بجھا کے چراغ وفا جلائے ہیں
خطا معاف سمجھ کر فریب کھائے ہیں



ہم نے جب بھی ترک تعلق کی قسم کھائی ہے
پھر دبے پاؤں تیری یاد چلی آئی ہے



خود داریوں کی موت سمجھنا انہیں شکیل
حاصل ہوں نعمتیں جو بڑی التجا کے بعد



راہ وفا میں جب نہ کوئی مل سکا رفتی
ہم ساتھ ساتھ اپنے ہی سائے کے چل دیئے



یہی بہت ہے کہ قائم رہا وفا کا بھرم
کوئی کسی کا ہوا بھی ہے عمر بھر کے لئے



اس پیار کی الجھن کو دنیا نہیں سمجھے گی
دنیا نے تو سیکھا ہے دستور بنا دینا



تیرے ماتھے کی شکن دیکھ کے اکثر میں نے
اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو بہت دیکھا ہے



وہ جس کی ایک پل کی بے رخی بھی دل کو یاد تھی
اسے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے مجھ کو بھول جانا



ہر شخص مجھے تجھ سے جدا کرنے کا خواہاں
سن پائے اگر ایک تو دس جا کے جڑے وہ



اس نے خوشبو سے کرایا تھا تعارف میرا
اور پھر مجھ کو بکھیرا بھی ہوا ہی کی طرح



تیری دنیا سے نکل جاؤں میں خاموشی کے ساتھ
قبل اس کے تو مرے سائے سے کترانے لگے



مجھے تجھ سے جدا رکھتا ہے اور دکھ تک نہیں ہوتا
مرے اندر ترے جیسا یہ آخر کون رہتا ہے؟



یہ دعائے شفا ہے یا کچھ اور
اس نے بھیجا ہے پھول نرگس کا



کیوں انکار کرتی ہو ہمارے پاس آنے سے
خدا بھی روٹھ جاتا ہے کسی کا دل دکھانے سے



گلہ کروں تو کروں کس طرح بتائے کوئی
وہ بے وفا ہی سہی انتخاب میرا ہے



سب کے دل میں حسرتوں کے رنگ تو موجود ہیں
آؤ کھیلیں ہم بھی ہوئی اک بنا کے دائرہ



ہم سینچتے ہیں کشت سحر اپنے لہو سے
مانگے ہوئے سورج سے سویرا نہیں کرتے



یہ فطرت حسن کی ہے وہ تقاضہ ہے محبت کا
وہ دل کو توڑنے کے بعد سمجھانے بھی آتے ہیں



میں سرد رات کی برکھا سے کیوں نہ پیار کروں
یہ رُت تو ہے مرے بچپن کے ساتھ کھیلی ہوئی



سمندروں سے جزیرے کی طرح ابھرا ہوں
مذباتی اشعار رہوں تو کیسے چھپوں تو کیسے چھپوں



میں سوچتی تھی ترا قرب کچھ سکوں دے گا
اداسیاں ہیں کہ کچھ اور بڑھ گئیں مل کر



نہیں نہیں یہ خبر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے آ کے چلے بھی گئے ملے بھی نہیں



دل پھٹنے لگا ہے ضبط غم سے
مالک! کوئی درد آشنا دے



ہجر سناٹا، پچھلے پہر کا چاند
خود سے ملنے کے کچھ وسیلے ہیں



میں دور ابھی دور ابھی دور ہوں تجھ سے
تو اور قریب اور قریب اور قریب آ



دیر سے پلکیں نہیں جھپکیں مری
پیش جاں اب کے نظارہ اور ہے



ڈوبتی شام تری یاد کے جلتے ہیں چراغ
ہم بہت دور ستاروں میں نکل جاتے ہیں



تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لاکھ ضبط
الفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا



ماند پڑ جاتی ہے شائق چاند تاروں کی ضیاء
جب کبھی چہرے سے آنچل کو ہٹا دیتے ہیں وہ



معصوم نظر بھولا مکھڑا ہونٹوں پہ تبسم شوخ ادا
تصویر کا جب یہ عالم ہے وہ حسن مجسم کیا ہوگا



سوچ ایک ایسی عجب راہ گزر سے گزری
ڈوبتی ناؤ کوئی جیسے بھنور سے گزری



سوچتے ہیں اسے کس نام سے تعبیر کریں
رنگ آتا ہے جو اس رخ پہ حیا سے پہلے



ہاں کیا ہوا وہ حوصلہ دید اہل دل
دیکھو نا وہ نقاب اٹھائے ہوئے تو ہیں



حیا کی لہریوں تیری ہنسی میں شامل ہے
دھنک کے رنگ میں گویا حجاب مل جائے



نیند کے جزیروں تک ناؤ اب نہیں جاتی
رات کے سمندر میں جاگتے رہے ہیں ہم



تو نے ہی تو کہا تھا کہ میں کشتی پہ بار ہوں
آنکھوں کو اب نہ موند مجھے ڈوبتا بھی دیکھ



رہ رہ کے عدم بند ہوئی جاتی ہیں آنکھیں
پیوست مرے ذہن میں کس شوخ کے لب ہیں



حیا پرور حسیں چہرہ وفا و ناز کا پیکر
ادا جس کی بلائیں لے وہ تصویر حیا تم ہو



وہ دور تھے تو شوق سے میں دیکھتی رہی
جب آ گئے قریب تو نظریں نہ اٹھ سکیں



کھڑکیاں جاگتی آنکھوں کی کھلی رہنے دو
چاند کو دل میں اترنا ہے اسی زینے سے



ادا سمجھوں حیا سمجھوں کہ اظہار وفا سمجھوں
تمہاری مسکراہٹ مجھ سے پہچانی نہیں جاتی



شب وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست
لازوال اشعار ترے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی



تیری محفل میں مداوا نہیں تنہائی کا
کتنا چرچا ہے تری انجمن آرائی کا



تغیر آ گیا ایسا تدبر میں تخیل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی



یہ شوخی یہ تبسم یہ نکھار
زندگی کس سے بات کر آئی



نہ جانے کتنے کنول کھل اٹھے خیالوں میں
مرے قریب سے ہو کر گزر گیا کوئی



یہ بھی تو اک مقام ہے کچھ لوگ عمر بھر
نظارگی کے شوق میں منظر بنے رہے



کبھی کبھی تیری یادوں کے پُرسکوں لمبے
قسم خدا کی بہت بے قرار کرتے ہیں



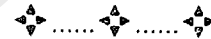
خبر کیا تھی کہ تم جاؤ گے مجھ کو چھوڑ کر تنہا
نہ ہنستی ہیں نہ روتی ہیں مری حسرت بھری آنکھیں



بے تاب کر گئی مجھے جادو بھری نظر
میں اُن کے دیکھنے کی ادا دیکھتا رہا



کتنے حسین لوگ تھے جو مل کے ایک بار
آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سما گئے



بارہا جس نے مرے سر کی قسم کھائی ہے
پھر اسی وعدہ فراموش کی یاد آئی ہے

حال دل ہم بھی سناتے ناصر
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

نہ دیکھو اتنی بے باکی سے افسانے نہ بن جائیں
نگاہوں کے تصادم سے بڑی تشہیر ہوتی ہے

حسن بے پرواہ کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

❖.....❖.....❖

شوخ اشعار
کبھی حیات کی ضامن کبھی وسیلہ مرگ
نگاہ دوست ترا کوئی اعتبار نہیں

مجھے یہ زعم کہ میں حسن کا مصور ہوں
انہیں یہ ناز کہ تصویر تو ہماری ہے

ہم تغافل پہ ترے ہونٹ نہ کھولیں گے کبھی
دل کا افسانہ سنا دیں گی ہماری آنکھیں

خاموش زندگی جو بسر کر رہے ہیں ہم
گہرے سمندروں میں سفر کر رہے ہیں ہم

مجھ کو گہری سوج کی تاریکیوں میں چھوڑ کر
تیری آنکھوں نے سحر کی روشنی بھی چھین لی

یہ کس مقام پہ تہائی سوچتے ہو مجھے
کہ اب تو ترک تمنا کا حوصلہ بھی نہیں

❖
ترے خلوص نے برباد کر دیا اے دوست
فریب کھاتے تو اب تک سنبھل گئے ہوتے

❖
آنکھوں کو انتظار کے لمحات سوپ کر
نیندیں بھی کوئی لے گیا اپنے سفر کے ساتھ

❖
دیکھا نگاہ بھر کے تو بینائی چھن گئی
سورج تھا آئینے میں کہ چہرہ انا کا تھا

❖
تشبیہ ترے چہرے کو کیا دوں عمل تر سے
ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں ہوتا

❖.....❖.....❖

خوبرو اشعار اس بند حویلی پہ ترا نام لکھا ہے
تو آ کہ سنور جائے یہ آسیب زدہ دل

❖
جس کی چاہت میں زمانے کو بھلا رکھا ہے
مجھ کو اے دل وہ بھی یاد تو کرتا ہوگا

❖
یوں دل کے تڑپنے کا کچھ تو بنے سبب آخر
یا درد نے کروٹ لی یا تم نے ادھر دیکھا

❖
گوںجوں گا تیرے ذہن کے گنبد میں رات دن
تو جس کو نہ بھلا سکے وہ گفتگو ہوں میں

❖
سارے ماحول میں خوشبو ہے تری یادوں کی
ہم نے غم خالی کو پھولوں سے سجا رکھا ہے

❖
جی جلانے لگی وعدوں کی سلکتی ہوئی آج
روپ یادوں کا نگاہوں میں اتر آیا ہے

❖
دریچہ دل کا چکنا چور ہے یادوں کی دستک سے
پریشاں زلف تھامے انتظار یار کرتے ہیں

❖
کس قدر سادہ و معصوم ہے فطرت اپنی
ٹوٹے شیشوں سے بہل جائے طبیعت اپنی

❖
اس سے کہنا کہ بدلتا نہیں جب تک موسم
میں اگر یاد بھی آؤں تو بھلائے رکھے

❖
سچ کہوں اپنی محبت پہ ندامت سی ہوئی
جب بھی دیکھی تیری اتری ہوئی صورت میں نے

❖
جب لب عرض تمنا پہ لگی مہر سکوت
آرزوؤں نے نگاہوں میں مچلنا سیکھا

❖
جدا نہ کر مجھے نظروں سے میں نہ کہتا تھا
اب انتظار تجھے ہے کہ انتظار مجھے

❖
جانے والے تیری یادوں کی رفاقت کی قسم
وقت کے پاؤں کی آہٹ بھی نہ محسوس ہوئی

❖
خواب ہو دل ہو ستارہ ہو کوئی وعدہ ہو
ٹوٹنے والی کسی شے پہ بھروسہ نہ کرو

❖
جس قدر میں نے مٹائے تری یادوں کے نقوش
دل بے تاب نے اتنا ہی تجھے یاد کیا

❖
لب ہیں خاموش مگر دل سے دھواں اٹھتا ہے
ہم نے چپ چاپ سلگتے ہوئے پیکر دیکھے

❖
آ بھی جا صبح مسرت کے اجالوں کی طرح
خواب بن کر میری آنکھوں میں سامنے والے

❖
کسی کو کیا ہو دلوں کی شگستگی کی خبر
کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں دیتے

دلکش اشعار
اس قدر پیار سے نہ دیکھ مجھے صنم
پھر تمنا جواں نہ ہو جائے

بے نور ہو چکی ہے بہت شہر کی فضا
تاریک راستوں میں کہیں کھو نہ جائیں ہم

اس کے بغیر آج بہت جی اداس ہے
جالب چلو کہیں سے اسے ڈھونڈ لائیں ہم

شوخ، معصوم جواں مست ادا بے پرواہ
کیا وہ خود اپنے یہ انداز کبھی دیکھتے ہیں

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئے گا

❖.....❖.....❖

صحرا کا اک درخت ہو تنہائیوں میں گم
ایسے نہ اپنی ذات میں کھویا کرے کوئی

پھر چلتے چلتے وعدہ دیدار اس نے کر لیا
پھر اٹھ کھڑا ہوا وہی روگ انتظار کا

لڑکیاں سوچ کے تانے ہی بنے جاتی ہیں
سوچ ہی سوچ میں بارات بھی آ جاتی ہے

ہے دیکھنے والوں کو سنبھلنے کا اشارہ
تھوڑی سی نقاب آج وہ سرکائے ہوئے ہیں

بے رخی بھی ہے اور توجہ بھی
اس ادا کی نہیں مثال کوئی

نظارے کو یہ جنبش مڑگاں بھی بار ہے
زگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

جانے کب تک تری تصویر نگاہوں میں رہی
ہو گئی رات ترے عکس کو تکتے تکتے

نگاہ ناز کو اٹھنے کی زحمت دیجئے جاناں
کہ اس در سے نہ اٹھنے کا ارادہ کر لیا میں نے

تمام عمر ترا انتظار کر لیں گے
مگر یہ رنج رہے گا کہ زندگی کم ہے

کچھ روز یہ بھی رنگ رہا انتظار کا
آنکھ اٹھ گئی جدھر بس ادھر دیکھتے رہے

شاید وہی صبح بنے صبح قیامت
انداز چرا لے جو تری فتنہ گری کا

ضروری تو نہیں کہہ دیں لبوں سے داستاں اپنی
زباں اک اور بھی ہوتی ہے اظہار تمنا کی

جس طرح خواب میرے ہو گئے ریزہ ریزہ
اس طرح سے نہ کبھی ٹوٹ کے بکھرے کوئی

پتھر جنہوں نے پھینکے تھے ان سے گلہ نہیں
گھر ہی ملے تھے کالج کے ہم کو نصیب میں

میں خود پہل کروں یا ادھر سے ہو ابتداء
برسوں گزر گئے ہیں یہی سوچتے ہوئے

اے رات کے اندھیارے میں جاگے ہوئے لحو
ڈھونڈو اسے وہ خواب پریشاں کی طرح تھا

تتلیاں اڑتی ہیں اور ان کو پکڑنے والے
سعی ناکام میں اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں

دلنشیں اشعار
قربت کے سائے میں ہے محبت چھپی ہوئی
تو کتنا دل کے پاس ہے یہ دور جا کے دیکھ



خوشبو گئی نہ گھر سے نہ یادوں کی بے رخی
ظالم نقوش تیرے بڑے پاکدار تھے



دل تو کیا چیز ہے ہم روح میں اترے ہوتے
تو نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح



ہر آہٹ پہ کھڑکی کھولی ہر آہٹ پر آنکھ
چاند نہ اتر آنگن میرے سونی رہ گئی مانگ



کون تھا وہ جس کی آنکھوں میں اتر جانے کے خواب
ہم نے دیکھے تو آنکھیں اور ویراں ہو گئیں



کھول کر بند دریچہ ناصر
ڈوبتے چاند کا منظر دیکھو



تری نگاہ کا مفہوم کتنا گہرا ہے
تری نگاہ کا مفہوم کون سمجھے گا



کرنے کو انتظار تیرا حشر تک کروں
لیکن سوال زندگی مختصر کا ہے



اے خدا لوگ بنائے تھے اگر پتھر کے
میرے احساس کو شیشہ نہ بنایا ہوتا



کھلتا تھا کبھی جس میں تمنا کا شگوفہ
کھڑکی وہ بڑی دیر سے ویران پڑی ہے



پہلے بڑی رغبت تھی ترے نام سے مجھ کو
اب سُن کے تیرا نام میں کچھ سوچ رہا ہوں



کئی دنوں سے ہمارا یہ حال ہے خاور
کہ میں اداس یہاں اور وہ وہاں تنہا



وفا کے موڑ پہ بیٹھی ہوں ایک مدت سے
وہ بے نیاز ہے جانے یہاں سے کب گزرے



جس کے وعدوں نے مجھے زیست کی لذت بخشی
انتظار آج بھی ہے اس بت ہرجائی کا



میں نے برسوں سے جسے دل میں سجا رکھا ہے
وہی سینے میں سمائی ہوئی تصویر ہو تم



کیوں یہ سحر انگیز تبسم مد نظر جب کچھ بھی نہیں
ہائے کوئی انجان اگر اس دھوکے میں آ جائے تو



اتنا قریب آؤ کہ جی بھر کے دیکھ لوں
شاید کہ پھر ملو تو یہ ذوق نظر نہ ہو



۷ دنیا میں ہیں کام بہت مجھ کو اتنا یاد نہ کر
پھر مجھ سے کرو گے شکوہ کہ دیدار نہ کر



۸ اس کی تصویر لئے بیٹھا ہے آنکھوں میں قنیل
جس کے ملنے کی کوئی آس نہیں ہے یارو



جلوہ بقدر ظرف نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے



۷ چھپ نہیں سکتی چھپانے سے محبت کی نظر
پڑ ہی جاتی ہے رخ یار پہ حسرت کی نظر



جانے اس زلف کی موہوم گھنی چھاؤں میں
ٹٹماتا ہے وہ آویزہ ابھی تک کہ نہیں





سکون دل جسے کہتے ہیں ملتا ہے مقدر سے
لباس زندگی کچھ کم نہیں کانٹوں کی چادر سے



ڈھونڈتے ہیں کچھ حسیں خوابوں کو اصلی روپ میں
اور پھر ان کے تصور سے بھی ڈر جاتے ہیں لوگ



اک دن اس نے نین ملا کے شرما کے مکھ موڑا تھا
تب سے سندر سندر سپنے من کو گھیرے رہتے ہیں



اے خندہ لب اے خوش نظر تجھے اس جنوں کی کیا خبر
کیوں قیس مجنوں ہو گیا فرہاد کیوں تیشہ بکف

